سیرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

اگر میں اپنی امت میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیل بناتا لیکن وہ میرے (دینی) بھائی اور ساتھی ہیں۔

(صحیح بخاری، صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابہ، متفق علیہ)

مؤلف

دکتور محمد طاہر بھٹی المالکی

سیرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

اگر میں اپنی امت میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیل بناتا لیکن وہ میرے (دینی) بھائی اور ساتھی ہیں۔

(صحیح بخاری، صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابہ، متفق علیہ)

مؤلف

دکتور محمد طاہر بھٹی المالکی

جملہ حقوق طباعت واشاعت محفوظ ہیں

نام کتاب=========سیرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ

مؤلف ========دکتور محمد طاہر بھٹی المالکی

صفحات ========= 112

قیمت ========= 0

موبائل نمبر

03477172726 , 03030144460

پتہ

چک قاسم کا تحصیل وضلع بہاولنگر، پنجاب پاکستان

E-mail:Tahirbhatti697@gmail.com

فہرست	نمبر شمار
مقدمہ	۱۰
نام ونسب، خاندان	۱۴
لقب صدیق وعتیق	۱۴
حضرت ابوبکرؓ کے والد	۱۴
حضرت ابوبکرؓ کی والدہ	۱۵
قبل اسلام	۱۶
حضرت ابوبکر صدیقؓ کا قبول اسلام	۱۷
اشاعت اسلام	۱۸
مکہ کی زندگی	۱۹
ہجرت حبشہ کا قصد اور واپسی	۲۰
ہجرت مدینہ اور خدمت رسول	۲۲
مواخات مدینہ	۲۷
تعمیر مسجد نبوی	۲۸
غزوات و دیگر حالات	۲۸

غزوۂ بدر	۲۹
غزوۂ اُحد	۳۰
غزوۂ مصطلق اور واقعۂ افک	۳۱
واقعۂ حدیبیہ	۳۳
امارت حج	۳۵
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اور حضرت ابوبکرؓ صدیق کی خلافت	۳۶
سقیفہ بنی ساعدہ	۳۹
حضرت علیؓ کی بیعت	۴۱
خلافت	۴۲
اسامہ بن زیدؓ والی مہم	۴۳
مدعیانِ نبوت کا قلع قمع	۴۳
مرتدین کی سرکوبی	۴۵
منکرین زکوۃ کی تنبیہ	۴۶
جمع وترتیب قرآن	۴۶

ایک غلط فہمی کا ازالہ	۴۷
کلام پاک کی آیتیں اور سورتیں عہد نبوت میں مرتب ہو چکی تھیں	۴۷
حضرت ابوبکرؓ نے قرآن کے متفرق اجزاء کو صرف ایک کتاب کی صورت میں جمع کرایا	۴۸
صحیفہ صدیقی کب تک محفوظ رہا	۴۹
فتوحات	۴۹
مہم عراق	۵۱
حملہ شام	۵۲
متفرق فتوحات	۵۴
مرض الموت استخلاف حضرت عمر فاروقؓ	۵۴
صدیقی کارنامے	۵۷
نظام خلافت	۵۸
ملکی نظم ونسق	۵۹
حکام کی نگرانی	٦۱

تعزیر و حدود	۶۲
مالی انتظامات	۶۴
فوجی نظام	۶۴
فوج کی اخلاقی تربیت	۶۵
سامان جنگ کی فراہمی	۶۶
فوجی چھاؤنیوں کا معائنہ	۶۶
بدعات کا سدباب	۶۷
خدمت حدیث	۶۷
محکمۂ افتاء	۶۹
اشاعت اسلام	۶۹
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایفائے عہد	۷۰
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت اور متعلقین کا خیال	۷۱
ذمی رعایا کے حقوق	۷۲
فضائل ومناقب	۷۳
علم وفضل	۸۸

ذوق سخن	۸۹
تقریر و خطابت	۸۹
نسب دانی	۹۰
تعبیر رویا	۹۱
علم تفسیر	۹۲
حدیث	۹۴
امامت و اجتہاد	۹۵
اصول اجتہاد	۹۶
قیاسی مسائل سے خوف	۹۷
ایک قیاسی مسئلہ	۹۷
اخلاق و عادات و تقویٰ	۹۹
زہد	۱۰۱
تواضع	۱۰۳
انفاق فی سبیل اللہ	۱۰۴
خدمت گزاری خلق	۱۰۷

مذہبی زندگی	۱۰۸
خانگی زندگی	۱۰۹
مہمان نوازی	۱۰۹
لباس وغذا	۱۱۰
ذریعہ معاش	۱۱۱
جاگیر	۱۱۱
حلیہ	۱۱۲
ازواج واولاد	۱۱۲

مقدمہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَسْتَعِینُہُ وَنَسْتَغْفِرُہُ، وَنَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَسَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَهْدِهِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰہُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ[۱]

اللہ عزوجل کے نام سے شروع جو نہات مہربان اور رحم والا ہے۔اللہ عزوجل نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آخری نبی بنا کر معبوث فرمایا۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان نفوس قدسیہ کو کہا جاتا ہے جو ایمان کی حالت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت اور تعلیمات سے فیض یاب ہوئے اور ایمان کی حالت میں اپنے خالق حقیقی سے جاملے۔جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

{وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ}

جن لوگوں نے سبقت کی (یعنی سب سے) پہلے (ایمان لائے) مہاجرین میں سے بھی اور انصار میں سے بھی۔اور جنہوں نے نیکوکاری کے ساتھ ان کی پیروی کی خدا ان سے خوش ہے اور وہ خدا سے خوش ہیں اور اس نے ان کے لیے باغات تیار کئے ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں اور ہمیشہ ان میں رہیں گے۔یہ بڑی کامیابی ہے۔ (9-التوبة:100)

یوں تو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جلیل القدر اور عظمت والے اور اس امت کے بہترین لوگ ہیں لیکن چار جید صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو خلفائے راشدین کے نام سے مشہور ہیں۔ جن کے بارے میں اللہ فرماتا ہے۔

﴿مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰہِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا

۱۔ سنن نسائی باب: (خطبہ جمعہ کی کیفیت کا بیان ۱٤۰٥)، سنن الترمذی/ النکاح ۱۷ (۱۱۰٥)، (صحیح)

سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ ذَٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا ﴾

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کے پیغمبر ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں کے حق میں سخت ہیں اور آپس میں رحم دل، (اے دیکھنے والے) تو ان کو دیکھتا ہے کہ (خدا کے آگے) جھکے ہوئے سر بسجود ہیں اور خدا کا فضل اور اس کی خوشنودی طلب کر رہے ہیں۔ (کثرت) سجود کے اثر سے ان کی پیشانیوں پر نشان پڑے ہوئے ہیں۔ ان کے یہی اوصاف تورات میں (مرقوم) ہیں۔ اور یہی اوصاف انجیل میں ہیں۔ (وہ) گویا ایک کھیتی ہیں جس نے (پہلے زمین سے) اپنی سوئی نکالی پھر اس کو مضبوط کیا پھر موٹی ہوئی اور پھر اپنی نال پر سیدھی کھڑی ہوگئی اور لگی کھیتی والوں کو خوش کرنے تا کہ کافروں کا جی جلائے۔ جو لوگ ان میں سے ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان سے خدا نے گناہوں کی بخشش اور اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے۔ (الفتح:48-29)

اور جن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"خَيْرُ أُمَّتِي الْقَرْنُ الَّذِينَ بُعِثْتُ فِيهِمْ، [۱]

"بہتر میری امت میں وہ قرن (زمانہ) ہے جس میں میں بھیجا گیا ہوں،

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ، عَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ" [۲]

میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت پر قائم اور جمار ہے اور میری اس نصیحت کو اپنے دانتوں کے ذریعے مضبوطی سے دبالے"۔

۱۔ صحیح مسلم حدیث نمبر:6473

۲۔ سنن ابی داود/السنة ۶(۴۶۰۷)، (ترمذی 2676)(صحیح)

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ انبیاء ومرسلین کے بعد صدیقین کے سرخیل اور صالحین میں سب سے افضل اور بہتر ہیں اور علی الطلاق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سب سے افضل و اشرف اور سب سے زیادہ علم والے ہیں۔آپ ہی کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔

لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا مِنْ أُمَّتِي خَلِيلًا لَا تَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ وَلَكِنْ أَخِي وَصَاحِبِي". [۱]

"اگر میں اپنی امت کے کسی فرد کو اپنا جانی دوست بنا سکتا تو ابوبکر کو بنا تا لیکن وہ میرے دینی بھائی اور میرے ساتھی ہیں۔"

نیز آپ اور عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں رسولا للہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِنِّي لَا أَدْرِي مَا بَقَائِي فِيكُمْ فَاقْتَدُوا بِاللَّذَيْنِ مِنْ بَعْدِي "، وَأَشَارَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ. [۲]

"میں نہیں جانتا کہ میں تمہارے درمیان کب تک رہوں گا، لہٰذا تم لوگ ان دونوں کی پیروی کرو جو میرے بعد ہوں گے اور آپ نے ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی جانب اشارہ کیا"

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے آپ کے بارے میں شہادت دیتے ہوئے فرمایا:

عُمَرُ: بَلْ نُبَايِعُكَ أَنْتَ فَأَنْتَ سَيِّدُنَا وَخَيْرُنَا، وَأَحَبُّنَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، [۳]

عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں ہم آپ کی ہی بیعت کریں گے۔آپ ہمارے سردار ہیں، ہم میں سب سے بہتر ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک آپ ہم سب سے زیادہ محبوب ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کے بارے میں فرمایا:

مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِيَّةِ، قَالَ: قُلْتُ لِأَبِي: "أَيُّ النَّاسِ خَيْرٌ بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

۱۔ صحیح بخاری حدیث نمبر:3656
۲۔ جامع ترمذی حدیث نمبر:3663(صحیح)
۳۔ صحیح بخاری حدیث نمبر: 3668

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ أَبُو بَكْرٍ [۱]

محمد بن حنفیہ نے بیان کیا کہ میں نے اپنے والد (علی رضی اللہ عنہ) سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل صحابی کون ہیں؟ انہوں نے بتلایا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ۔

حضور نبی کریم ﷺ نے جب اللہ عزوجل کی وحدانیت کا پیغام لوگوں تک پہنچایا تو سب سے پہلے آپ ﷺ کی زوجہ ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کی آواز پر لبیک کہا اور اس کے بعد یہ اعزاز حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوا۔

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حیات طیبہ حضور نبی کریم ﷺ کی سیرت پاک کا ایک اعلیٰ نمونہ ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی پوری زندگی نبی کریم ﷺ کے عشق میں بسر کی اور صحیح معنوں میں حضور نبی کریم ﷺ کے جانثار ہونے کا حق ادا کیا۔

جنگ ہو یہ امن حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہر معاملہ میں پیش پیش رہے۔ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ساری زندگی جود وسخا میں گزر یا اور آپ رضی اللہ عنہ نے دین اسلام کے لیے کسی بھی بڑی سے بڑی قربانی سے گریز نہ کیا۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جس وقت حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا آپ رضی اللہ عنہ کے پاس اس وقت چالیس ہزار درہم تھے جو آپ نے راہ خدا میں خرچ کر دیئے۔ [۲] آخر میں اللہ عزوجل سے دعا ہے کہ وہ ہمیں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اسوہ حسنہ پر صدق دل سے چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

احقر

دکتور محمد طاہر بھٹی المالکی

۱۔ صحیح بخاری حدیث نمبر: 3671

۲۔ حافظ ابن عساکر بروایت عائشہ و عروہ بن زبیر

نام ونسب، خاندان

عبداللہ نام، ابوبکر کنیت، صدیق اور عتیق لقب، والد کا نام عثمان اور کنیت ابوقحافہ، والدہ کا نام سلمٰی اورام الخیر کنیت، والد کی طرف سے پورا سلسلۂ نسب یہ ہے: عبداللہ بن عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی القرشی التیمی اور والدہ کی طرف سے سلسلہ نسب یہ ہے: ام الخیر بنت صخر بن عامر بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ، اس طرح حضرت ابوبکرؓ کا سلسلہ نسب چھٹی پشت میں مرہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔ [۱]

لقب صدیق وعتیق

آپ کو زمانۂ جاہلیت میں عبدالکعبہ کہا جاتا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نام عبداللہ رکھا، آپ کا نام عتیق بھی تھا، مگر جلال سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تاریخ الخلفاء میں لکھتے ہیں کہ جمہور علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ عتیق آپ کا نام نہ تھا؛ بلکہ لقب تھا، اس لئے کہ حدیث شریف کے موافق نار دوزخ سے عتیق یا آزاد تھے، بعض نے کہا کہ حسن وجمال کے سبب آپ کا نام عتیق مشہور ہوا۔ تمام امت محمدی کا اس پر اتفاق ہے کہ آپ کا لقب صدیق ہے؛ کیونکہ آپ نے بے خوف ہوکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بلا تامل تصدیق فرمائی اور صدق کو اپنی اوپر لازم کرلیا، معراج کے متعلق بھی آپ نے کفار کے مقابلے میں ثابت قدمی دکھائی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال کی تصدیق فرمائی۔ [۲]

حضرت ابوبکرؓ کے والد

ابوقحافہ عثمان بن عامر شرفائے مکہ میں سے تھے اور نہایت معمر تھے، ابتداء جیسا کہ بوڑھوں کا

۱۔(طبقات ابن سعد قسم اول جز ثالث:119)، اصابہ ابن حجر ٤ /١٤٤، ١٤٥

۲۔صحیح ابن حبان ١٥/٢٨٠ صحیح، ترمذی ٣٦٧٩، صحیح بخاری فضائل ابوبکر

قاعدہ ہے، وہ اسلام کی تحریک کو بازیچۂ اطفال سمجھتے تھے؛ چنانچہ حضرت عبداللہ کا بیان ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی ہے تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں حضرت ابوبکرؓ کے گھر آیا، وہاں ابوقحافہ موجود تھے، انہوں نے حضرت علیؓ کو اس طرف سے گزرتے ہوئے دیکھ کر نہایت برہمی سے کہا کہ ان بچوں نے میرے لڑکے کو بھی خراب کردیا۔ [۱]

ابوقحافہ فتح مکہ تک نہایت استقلال کے ساتھ اپنے آبائی مذہب پر قائم رہے، فتح مکہ کے بعد جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے وہ اپنے فرزند سعید حضرت ابوبکرؓ صدیق کے ساتھ بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ضعف پیری کو دیکھ کر فرمایا کہ انہیں کیوں تکلیف دی، میں خود ان کے پاس پہنچ جاتا، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت شفقت سے ان کے سینہ پر ہاتھ پھیرا اور کلمات طیبات تلقین کرکے مشرف باسلام فرمایا، حضرت ابوقحافہؓ نے بڑی عمر پائی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اپنے فرزند ارجمند حضرت ابوبکرؓ کے بعد بھی کچھ دنوں تک زندہ رہے، آخر عمر میں بہت ضعیف ہوگئے تھے، آنکھوں کی بصارت جاتی رہی تھی، ۱۴ھ میں ۹۷ برس کی عمر میں وفات پائی۔ [۲]

حضرت ابوبکرؓ کی والدہ

حضرت ام الخیر سلمٰی بنت صخر کو ابتدا ہی میں حلقہ بگوشان اسلام میں داخل ہونے کا شرف حاصل ہوا، ان سے پہلے صرف انتالیس اصحاب مسلمان ہوئے تھے، یہ قلیل جماعت باعلان اپنے اسلام کا اظہار نہیں کرسکتی تھی اور نہ مشرکین وکفار کو ببانگ دہل دین مبین کی دعوت دے سکتی تھی؛ لیکن حضرت ابوبکرؓ کا مذہبی جوش اس بے بسی پر نہایت مضطرب تھا، آپؓ نے ایک روز نہایت اصرار کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر مجمع عام میں شریعت حقہ کے

۱۔ الاصابہ حافظ ابن حجر جلد ٤ صفحہ ۲۲۱

۲۔ الاصابہ حافظ ابن حجر جلد ٤ صفحہ ۲۲۲

فضائل ومحامد پر تقریر کی اور کفار ومشرکین کو شرک و بت پرستی چھوڑ کر اسلام قبول کر لینے کی دعوت دی، کفار ومشرکین جن کے کان کبھی ان الفاظ سے مانوس نہ تھے نہایت برہم ہوئے اور حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو نہایت بے رحمی اور خدانا ترسی کے ساتھ اس قدر مارا کہ بالآخر بنی تیم کو باوجود مشرک ہونیکے اپنے قبیلہ کے ایک فرد کو اس حال میں دیکھ کر ترس آ گیا اور انہوں نے عام مشرکین کے پنجۂ ظلم سے چھڑا کر ان کو مکان تک پہنچا دیا، شب کے وقت بھی حضرت ابوبکرؓ باوجود درد اور تکلیف کے اپنے والد اور خاندانی اعزہ کو اسلام کی دعوت دیتے رہے، صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پتہ دریافت کر کے اپنی والدہ کے ساتھ ارقم بن ارقم ؓ کے مکان میں آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اسلام کی دعوت دی اور وہ مشرف باسلام ہو گئیں۔

حضرت ام الخیرؓ نے بھی طویل عمر پائی چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ کی خلافت تک زندہ رہیں ؛لیکن اپنے شوہر سے پہلے وفات پائی۔ [۱]

قبل اسلام

حضرت ابوبکر صدیق ؓ اسلام سے قبل ایک متمول تاجر کی حیثیت رکھتے تھے اور ان کی دیانت، راستبازی اور امانت کا خاص شہرہ تھا اہل مکہ انکو علم تجربہ اور حسن خلق کے باعث نہایت معزز سمجھتے تھے، ایام جاہلیت میں خوں بہا کا مال آپ ہی کے ہاں جمع ہوتا تھا، اگر کبھی کسی دوسرے شخص کے یہاں جمع ہوتا تو قریش اس کو تسلیم نہیں کرتے تھے، حضرت ابوبکرؓ کو ایام جاہلیت میں بھی شراب سے ویسی ہی نفرت تھی جیسی زمانۂ اسلام میں، اس قسم کے ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ شراب نوشی میں نقصان آبرو ہے۔ [۲]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بچپن ہی سے ان کو خاص انس اور خلوص تھا اور آپ کے حلقہ

۱۔ الاصابہ حافظ ابن حجر جلد ۸ صفحہ ۲۲۹،(بحوالہ طبرانی)

۲۔ کنز العمال ج ۶ : ۳۱۳

احباب میں داخل تھے، اکثر تجارت کے سفروں میں بھی ہمراہی کا شرف حاصل ہوتا تھا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا قبول اسلام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب خلعت نبوت عطا ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مخفی طور پر احباب مخلصین اور محرمان راز کے سامنے اس حقیقت کو ظاہر فرمایا تو مردوں میں سے حضرت ابوبکرؓ نے سب سے پہلے بیعت کے لئے ہاتھ بڑھایا، بعض ارباب سیر نے ان کے قبول اسلام کے متعلق بہت سے طویل قصے نقل کئے ہیں؛ لیکن یہ سب حقیقت سے دور ہیں، اصل یہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کا آئینہ دل پہلے سے صاف تھا، فقط خورشید حقیقت کی عکس افگنی کی دیر تھی، گذشتہ صحبتوں کے تجربوں نے نبوت کے خط وخال کو اس طرح واضح کر دیا تھا کہ معرفت حق کے لئے کوئی انتظار باقی نہ رہا، البتہ ان کے اول مسلمان ہونے میں بعض مورخین اور اہل آثار نے کلام کیا ہے، بعض روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت خدیجہؓ کا اسلام سب سے مقدم ہے، بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہ کو اولیت کا فخر حاصل ہے اور بعض کا خیال ہے کہ حضرت زید بن ثابتؓ بھی حضرت ابوبکرؓ سے پہلے مسلمان ہو چکے تھے؛ لیکن اس کے مقابلہ میں ایسے اخبار وآثار بھی بکثرت موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اولیت کا طغرائے شرف وامتیاز صرف اسی ذات گرامی کے لئے مخصوص ہے۔

حضرت حسان بن ثابتؓ کے ایک قصیدہ سے بھی اسی خیال کی تائید ہوتی ہے:

ترجمہ: جب تمہیں کسی سچے بھائی کا غم آوے تو اپنے بھائی ابوبکر کو یاد کرو انکے کارناموں کی بنا پر وہ تمام مخلوق میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تقویٰ اور عدل کے لحاظ سے بہتر تھے اور انہوں نے جو کچھ اٹھایا اس کو پورا کر کے چھوڑا۔

وہی ثانی اور آپ کے بعد متصل ہیں جن کی مشکلات میں موجودگی کی تعریف کی گئی اور وہی پہلے شخص ہیں جنہوں نے رسولوں کی تصدیق کی ہے۔

محققین نے ان مختلف احادیث وآثار میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ ام المومنین حضرت خدیجہؓ عورتوں میں، حضرت علیؓ بچوں میں، حضرت زید بن حارثہؓ غلاموں میں اور حضرت ابوبکر صدیقؓ آزاد اور بالغ مردوں میں سب سے اول مومن ہیں۔ [۱]

اشاعت اسلام

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مسلمان ہونے کے ساتھ ہی دین حنیف کی نشر واشاعت کے لئے جدوجہد شروع کردی اور صرف آپ کی دعوت پر حضرت عثمان بن عفانؓ، حضرت زبیر بن العوامؓ، حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت طلحہ بن عبداللہؓ جو معدن اسلام کے سب سے تاباں ودرخشاں جواہر ہیں مشرف باسلام ہوئے، حضرت عثمان بن مظعونؓ، حضرت ابوعبیدہؓ، حضرت ابوسلمہؓ اور حضرت خالد بن سعید بن العاصؓ بھی آپ ہی کی ہدایت سے دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے، یہ وہ اکابر صحابہ ہیں جو آسمان اسلام کے اختر ہائے تاباں ہیں؛ لیکن ان ستاروں کا مرکز شمسی حضرت ابوبکرؓ صدیق ہی کی ذات تھی، اعلانیہ دعوت کے علاوہ ان کا مخفی روحانی اثر بھی سعید روحوں کو اسلام کی طرف مائل کرتا تھا۔

چنانچہ اپنے صحن خانہ میں ایک چھوٹی سی مسجد بنائی تھی اور اس میں نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ عبادت الہیٰ میں مشغول رہتے تھے، آپؓ نہایت رقیق القلب تھے، قرآن پاک کی تلاوت فرماتے تو آنکھوں سے آنسو جاری ہوجاتے لوگ آپ کے گریہ وبکا کو دیکھ کر جمع ہوجاتے اور اس پراثر منظر سے نہات متاثر ہوتے۔ [۲]

مکہ کی زندگی

۱۔ فتح الباری حافظ ابن حجر ج ۷ ص ۱۳۰
۲۔ بخاری باب الہجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ الی المدینہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعثت کے بعد کفار کی ایذا رسانی کے باوجود تیرہ برس تک مکہ میں تبلیغ ودعوت کا سلسلہ جاری رکھا، حضرت ابوبکرؓ اس بے بسی کی زندگی میں جان، مال، رائے ومشورہ، غرض ہر حیثیت سے آپ صلی اللہ علیہ سلم کے دست وبازو اور رنج وراحت میں شریک رہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روزانہ صبح وشام حضرت ابوبکرؓ کے گھر تشریف لے جاتے اور دیر تک مجلس راز قائم رہتی۔ قبائل عرب اور عام مجمعوں میں تبلیغ وہدایت کے لئے جاتے تو یہ بھی ہمرکاب ہوتے اور نسب دانی اور کثرت ملاقات کے باعث لوگوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تعارف کراتے۔ [۱]

مکہ میں ابتداء جن لوگوں نے داعی توحید کو لبیک کہا ان میں کثیر تعداد غلاموں اور لونڈیوں کی تھی جو اپنے مشرک آقاؤں کے پنجۂ ظلم وستم میں گرفتار ہونے کے باعث طرح طرح کی اذیتوں میں مبتلا تھے، حضرت ابوبکرؓ نے ان مظلوم بندگان توحید کو ان کے جفا کار مالکوں سے خرید کر آزاد کر دیا؛ چنانچہ حضرت بلالؓ، عامر بن فہیرہؓ، نذیرہؓ، نہدیہؓ، جاریہؓ، بنی مولؓ اور بنت نہدیہ وغیرہ نے اسی صدیقی جودوکرم کے ذریعہ سے نجات پائی۔

کفار جب کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر دست تعدی دراز کرتے تو یہ مخلص جانثار خطرہ میں پڑ کر خود سینہ سپر ہوجاتا، ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ میں تقریر فرمارہے تھے مشرکین اس تقریر سے سخت برہم ہوئے اور اس قدر مارا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بے ہوش ہوگئے، حضرت ابوبکرؓ نے بڑھ کر کہا "خداتم سے سمجھے کیا تم صرف ان کو اس لئے قتل کردوگے کہ ایک خدا کا نام لیتے ہیں۔ [۲]

اسی طرح ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے کہ اسی حالت میں عقبہ بن معیط نے اپنی چادر سے گلوئے مبارک میں پھندا ڈال دیا، اس وقت اتفاقاً حضرت ابوبکرؓ پہنچ گئے اور

۱۔ کنزالعمال ج ۶:۳۱۹ فضائل ابی بکر صدیق

۲۔ فتح الباری حافظ ابن حجر ج ۷:۱۲۹

اس نا ہنجار کی گردن پکڑ کر خیر الانام علیہ السلام سے علیحدہ کیا اور فرمایا کیا تم اس کو قتل کرو گے جو تمہارے پاس خدا کی نشانیاں لایا اور کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔ [۱]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ میں رشتۂ مصاہرت مکہ ہی میں قائم ہوا یعنی حضرت ابوبکرؓ کی صاحبزادی حضرت عائشہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں؛ لیکن رخصتی ہجرت کے دو سال بعد ہوئی۔ [۲]

ہجرت حبشہ کا قصد اور واپسی

ابتداءً مشرکین قریش نے مسلمانوں کی قلیل جماعت کو چنداں اہمیت نہ دی؛ لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ روز بروز ان کی تعداد بڑھتی جاتی ہے اور اسلام کا حلقۂ اثر وسیع ہوتا جاتا ہے تو نہایت سختی سے انہوں نے اس تحریک کا سد باب کرنا چاہا، ایذا اور تکلیف رسانی کی تمام ممکن صورتیں عمل میں لانے لگے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنے جانثاروں کو ان مصائب میں مبتلا پایا تو ستم زدوں کو حبش کی طرف ہجرت کی اجازت دی اور بہت سے مسلمان حبش کی طرف روانہ ہو گئے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ بھی باوجود وجاہت ذاتی اور اعزاز خاندانی کے اس دار و گیر سے محفوظ نہ تھے؛ چنانچہ جب حضرت طلحہ بن عبداللہ ان کی تبلیغ سے حلقہ بگوش اسلام ہوئے تو حضرت طلحہؓ کے چچا نوفل بن خویلد نے ان دونوں کو ایک ساتھ باندھ کر مارا اور حضرت ابوبکرؓ کے خاندان نے کچھ حمایت نہ کی۔ [۳]

ان اذیتوں سے مجبور ہو کر آپؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لی اور رخت سفر باندھ کر عازم حبش ہوئے، جب مقام برک النعما میں پہنچے تو ابن الدغنہ رئیس قارہ سے ملاقات

۱۔ بخاری باب مالقی النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ من المشرکین بمکہ
۲۔ صحیح بخاری حدیث نمبر 3896
۳۔ طبقات ابن سعد قسم اول جزو ثالث: ۱۹۳ یہ واقدی کی روایت ہے

ہوئی، اس نے پوچھا ابوبکر کہاں کا قصد ہے؟ آپ نے فرمایا کہ قوم نے مجھے جلاوطن کردیا ہے، اب ارادہ ہے کہ کسی اور ملک کو چلا جاؤں اور آزادی سے خدا کی عبادت کروں، ابن الدغنہ نے کہا کہ تم سا آدمی جلاوطن نہیں کیا جا سکتا تم مفلس و بے نوا کی دست گیری کرتے ہو، قرابت داروں کا خیال رکھتے ہو، مہمان نوازی کرتے ہو، مصیبت زدوں کی اعانت کرتے ہو، میرے ساتھ واپس چلو اور اپنے وطن ہی میں اپنے خدا کی عبادت کرو؛ چنانچہ آپ ابن الدغنہ کے ساتھ پھر مکہ واپس آئے ابن الدغنہ نے قریش میں پھر کر اعلان کردیا کہ آج سے ابوبکرؓ میری امان میں ہیں، ایسے شخص کو جلاوطن نہ کرنا چاہئے جو محتاجوں کی خبر گیری کرتا ہے، قرابت داروں کا خیال رکھتا ہے، مہمان نوازی کرتا ہے اور مصائب میں لوگوں کے کام آتا ہے۔

قریش نے ابن الدغنہ کی امان کو تسلیم کیا؛ لیکن فرمائش کی کہ ابوبکر کو سمجھا دو کہ وہ جب اور جس طرح جی چاہے اپنے گھر میں نمازیں پڑھے اور قرآن کی تلاوت کریں؛ لیکن گھر سے باہر نمازیں پڑھنے کی ان کو اجازت نہیں مگر جیسا کہ پہلے ذکر آچکا ہے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عبادت الٰہی کے لئے اپنے صحن خانہ میں ایک مسجد بنالی تھی، کفار کو اس پر بھی اعتراض ہوا، انہوں نے ابن الدغنہ کو خبر دی کہ ہم نے تمہاری ذمہ داری پر ابوبکرؓ کو اس شرط پر امان دی تھی کہ وہ اپنے مکان میں چھپ کر اپنے مذہبی فرائض ادا کریں۔

لیکن اب وہ صحن خانہ میں مسجد بنا کر اعلان کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں، اس سے ہم کو خوف ہے کہ ہماری عورتیں اور بچے متاثر ہو کر اپنے آبائی مذہب سے بدعقیدہ نہ ہوجائیں، اس لئے تم انہیں مطلع کردو کہ اس سے باز آجائیں ورنہ تم کو ذمہ داری سے بری سمجھیں، ابن الدغنہ نے ابوبکر صدیقؓ سے جا کر کہا، تم جانتے ہو کہ میں نے کس شرط پر تمہاری حفاظت کا ذمہ لیا ہے، اس لئے یا تو تم اس پر قائم رہو یا مجھے ذمہ داری سے بری سمجھو، میں نہیں چاہتا کہ عرب میں مشہور ہو کہ میں نے کسی کے ساتھ بدعہدی کی، لیکن حضرت ابوبکرؓ نے نہایت استغنا کے ساتھ جواب دیا کہ "مجھے تمہاری پناہ

کی حاجت نہیں میرے لئے خدا اور اسکے رسول کی پناہ کافی ہے۔ [۱]

ہجرت مدینہ اور خدمت رسول

کفار و مشرکین کا دست ستم روز بروز زیادہ دراز ہوتا گیا تو آپ نے پھر دوبارہ ہجرت کا قصد فرمایا اس وقت تک مدینہ کی سرزمین نور اسلام سے منور ہو چکی تھی اور ستم رسیدہ مسلمانوں کو نہایت خلوص و محبت کے ساتھ اپنے دامن میں پناہ دے رہی تھی، اس لئے اس دفعہ آپ نے مدینہ کو اپنی منزل قرار دیا اور ہجرت کی تیاری شروع کر دی، لیکن بارگاہ نبوت سے یہ حکم ہوا کہ ابھی عجلت سے کام نہ کرو، امید ہے کہ خدائے پاک کی طرف سے مجھے بھی ہجرت کا حکم ہوگا، حضرت ابوبکر صدیقؓ نے نہایت تعجب سے پوچھا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں کیا آپ کو بھی ہجرت کا حکم ہوگا؟ ارشاد ہوا،" ہاں" عرض کیا" یارسول اللہ! مجھے ہمراہی کا شرف نصیب ہو،" فرمایا" ہاں! تم ساتھ چلو گے" اس بشارت کے بعد ارادہ ملتوی کر دیا اور چار ماہ تک منتظر رہے۔

حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عموماً صبح و شام حضرت ابوبکر صدیقؓ کے گھر تشریف لایا کرتے تھے، ایک روز منہ کو چھپائے ہوئے خلاف معمول ناوقت تشریف لائے اور فرمایا کہ کوئی ہو تو ہٹا دو میں کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عرض کی کہ گھر والوں کے سوا اور کوئی نہیں ہے، یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اندر تشریف لائے اور فرمایا کہ مجھے ہجرت کا حکم ہو گیا ہے، حضرت ابوبکرؓ نے پھر ہمراہی کی تمنا ظاہر کی، ارشاد ہوا ہاں تیار ہو جاؤ وہ تو چار مہینے سے اسی انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے، فوراً تیار ہو گئے ام المومنین حضرت عائشہؓ اور حضرت اسماءؓ نے جلدی جلدی رخت سفر درست کیا، حضرت اسماءؓ کو توشہ دان باندھنے کے لئے کوئی چیز نہیں ملی تو انہوں نے اپنا کمر بند پھاڑ کر باندھا اور دربار نبوت سے ذات النطاقین کا خطاب پایا، حضرت ابوبکر صدیقؓ نے پہلے ہی سے دو اونٹ

۱۔ بخاری جلد اول باب ہجرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ الی المدینۃ

تیار کر لئے تھے، ایک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا اور ایک پر خود سوار ہوئے ،اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم وصدیق ؓ کا مختصر قافلہ راہی مدینہ ہوا۔ [۱]

اس قافلہ کی پہلی منزل غار ثور تھی، حضرت ابوبکر ؓ نے غار میں پہلے داخل ہو کر اس کو درست کیا، جو سوراخ اور بھٹ نظر آئے ان کو بند کیا، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اندر تشریف لانے کے لئے عرض کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس غار میں داخل ہوئے اور اپنے رفیق مونس کے زانو پر سر مبارک رکھ کر مشغول استراحت ہو گئے، اتفاقاً اسی حالت میں ایک سوراخ سے جو بند ہونے سے رہ گیا تھا ایک زہریلے سانپ نے سر نکالا، لیکن اس خادم جاں نثار نے اپنے آقا کی راحت میں خلل انداز ہونا گوارہ نہ کیا اور خود اپنی جان کو خطرہ میں ڈال کر اس پر پاؤں رکھ دیا۔

، سانپ نے کاٹ لیا زہر اثر کرنے لگا درد و کرب کے باعث آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے ؛لیکن اس وفاشعار رفیق نے اپنے جسم کو حرکت نہ دی کہ اس سے خواب راحت میں خلل اندازی ہو گی، اتفاقاً آنسو کا ایک قطرہ ڈھلک کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور پر ٹپکا جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہو گئے اور اپنے مخلص غمگسار کو بے چین دیکھ کر فرمایا ابوبکر کیا ہے؟ عرض کیا "میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا ہوں، سانپ نے کاٹ لیا،" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت اس مقام پر اپنا لعاب دہن لگا دیا، اس تریاق سے زہر کا اثر دور ہو گیا۔ [۲]

حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ ؓ کو ہدایت کر دی تھی کہ دن کو مکہ میں جو واقعات پیش آئیں رات کو ہمارے پاس آ کر ان کی اطلاع کرتے رہنا، اسی طرح اپنے غلام عامر بن فہیرہ ؓ کو حکم دیا تھا کہ مکہ کی چراگاہ میں بکریاں چرائیں اور رات کے وقت غار کے پاس لے آئیں، چنانچہ صبح کے وقت جب حضرت عبداللہ ؓ واپس آتے تو حضرت عامر بن فہیرہ ؓ ان کے

۱۔ بخاری جلد ۳ باب ہجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ الی المدینۃ

۲۔ زرقانی ج ۱:۳۸۹

نشان قدم پر بکریاں لائے تا کہ نشان مٹ جائے اور کسی کو شبہ نہ ہو، رات کے وقت انہی بکریوں کا تازہ دودھ غذا کے کام آتا غرض تین دن اور تین راتیں اسی حالت میں بسر ہوئیں اور یہ تمام کاروائی اس احتیاط سے عمل میں آتی تھی کہ قریش کو ذرا بھی شبہ نہ ہوا۔ [۱]

اس عرصہ میں کفار بھی اپنی کوششوں سے غافل نہ تھے جس روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی ہے اسی روز قریش کی مجلس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا فتویٰ صادر ہو چکا تھا اور تمام ضروری تدبیریں عمل میں آچکی تھیں؛ چنانچہ ابوجہل وغیرہ نے اس روز رات بھر کاشانۂ اقدس کا محاصرہ رکھا؛ لیکن جب وقت معین پر خواب گاہ میں داخل ہوئے تو وہ گوہر مقصود سے خالی تھا، وہاں سے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دولت کدہ پر گئے اور حضرت اسماءؓ سے ان کے والد کو دریافت کیا، انہوں نے لاعلمی ظاہر کی تو ابوجہل نے غضبناک ہوکر زور سے ایک طمانچہ مارا اور اسے یقین ہوگیا کہ یہ دونوں ایک ساتھ یہاں سے روانہ ہوگئے۔ [۲]

قریش اپنی ناکامی پر سخت برہم ہوئے، اسی وقت اعلان کیا گیا کہ جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو گرفتار کر کے لائے گا اس کو سو اونٹ انعام میں دیئے جائیں گے؛ چنانچہ متعدد بہادروں نے مذہبی جوش اور انعام کی طمع میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش شروع کی، مکہ کے اطراف میں کوئی آبادی، ویرانہ، جنگل اور پہاڑیاں، سنسان میدان ایسا نہ ہوگا جس کا جائزہ نہ لیا گیا ہو، یہاں تک کہ ایک جماعت غار کے پاس پہنچی، اسوقت حضرت ابوبکر صدیقؓ کو نہایت اضطراب ہوا اور حزن و یاس کے عالم میں بولے "اگر وہ ذرا بھی نیچے کی طرف نگاہ کریں گے تو ہم دیکھ لئے جائیں گے" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو تشفی دی اور فرمایا مایوس وغمزدہ نہ ہوں، ہم صرف دو نہیں ہیں، ایک تیسرا (یعنی خدا) بھی ہمارے ساتھ ہے۔ [۳]

۱۔ صحیح بخاری حدیث نمبر 3905

۲۔ سیرت ابن ہشام ج ۱: ۲۶۹

۳۔ (صحیح مسلم فضائل ابی بکر الصدیقؓ)

اس تشفی آمیز فقرہ سے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو اطمینان ہو گیا اور ان کا مضطرب دل امداد غیبی کے تیقن پر لازوال جرأت واستقلال سے مملو ہو گیا، خدا کی قدرت کہ کفار جو تلاش کرتے ہوئے اس غار تک پہنچے تھے، ان کو مطلق محسوس نہ ہوا کہ ان کا گوہر مقصود اسی کان میں پنہاں ہے اور وہ ناکام واپس چلے گئے۔

چوتھے روز یہ کارواں آگے روانہ ہوا، اب اس میں بجائے دو کے چار آدمی تھے، حضرت ابوبکرؓ نے اپنے غلام عامر بن فہیرہ کو راستہ کی خدمات کے لئے پیچھے بٹھا لیا ہے، عبد بن اریقط آگے آگے راستہ بناتا جاتا ہے، حضرت ابوبکرؓ مہبط وحی والہام کی حفاظت کے لئے کبھی آگے بڑھ جاتے ہیں اور کبھی پیچھے ہو جاتے ہیں، اسی اثنا میں سراقہ بن مالک بن جعشم قریش کا ہرکارہ گھوڑا اڑاتا ہوا قریب پہنچ گیا، حضرت ابوبکرؓ نے خوفزدہ ہو کر کہا" یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سوار قریب پہنچ گیا" ارشاد ہوا، غمگین نہ ہو، خدا ہمارے ساتھ ہے" بارگاہ رب العالمین میں دعا کی، اس کا اثر یہ ہوا کہ سراقہ کے گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس گئے، اتر کر پانسہ پھینک کر فال نکالی، جواب آیا کہ اس تعاقب سے دستبردار ہو جاؤ نہ مانا، پھر آگے بڑھا، پھر وہی واقعہ پیش آیا ،مجبور ہو کر امان طلب کی اور واپس آ گیا۔[۱]

حضرت ابوبکر صدیقؓ نہایت کثیر الاحباب تھے راہ میں بہت سے ایسے شناسا ملے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانتے نہ تھے وہ پوچھتے تھے کہ ابوبکرؓ یہ تمہارے ساتھ کون ہے؟ آپ گول مول جواب دیتے کہ یہ ہمارے رہنما ہیں غرض اس طرح پہلی منزل ختم ہوئی، حضرت ابوبکرؓ نے ایک سایہ دار چٹان کے نیچے فرش درست کر کے اپنے محبوب آقا کے لئے استراحت کا سامان بہم پہنچایا اور خود کھانے کی تلاش میں نکلے، اتفاق سے ایک گڈریا اسی چٹان کی طرف آ رہا تھا اس سے پوچھا کہ یہ بکریاں کس کی ہیں؟ اس نے ایک شخص کا نام لیا پھر دریافت فرمایا کہ اس میں کوئی

۱۔ صحیح بخاری باب ہجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ الی المدینۃ

دودھاری بکری بھی ہے؟ اس نے کہاہاں: آپ نے فرمایا ہمیں دودھ دو گے؟ اس نے رضامندی ظاہر کی تو آپ نے ہدایت کی کہ پہلے تھن کو اور ہاتھوں کو گرد وغبار سے اچھی طرح صاف کرلو، اس نے حسب ہدایت وہ دودھ دوہ کر پیش کیا، آپ نے ٹھنڈا کرنے کے لئے اس میں تھوڑا سا پانی ملایا اور کپڑے سے چھان کر خدمت بابرکت میں لائے، آپ نے نوش کیا اور دوسری منزل کے لئے چل کھڑے ہوئے۔ [۱]

اسی طرح یہ مختصر قافلہ دشمنوں کی گھاٹیوں سے بچتا ہوا بارہویں ربیع الاول سنہ نبوت کے چودہویں سال مدینہ کے قریب پہنچا، انصار کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روانگی کا حال معلوم ہو چکا تھا وہ نہایت بے چینی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کا انتظار کر رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم شہر کے قریب پہنچے تو انصار استقبال کے لئے نکلے اور ہادی برحق کو حلقہ میں لے کر شہر قبا کی طرف بڑھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جلوس کو داہنی طرف مڑنے کا حکم دیا اور بنی عمرو بن عوف میں قیام پذیر ہوئے یہاں انصار جوق درجوق زیارت کے لئے آنے لگے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاموشی کے ساتھ تشریف فرما تھے اور حضرت ابوبکرؓ کھڑے ہو کر لوگوں کا استقبال کر رہے تھے بہت سے انصار جو پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف نہیں ہوئے تھے وہ غلطی سے حضرت ابوبکرؓ کے گرد جمع ہونے لگے یہاں تک کہ جب آفتاب سامنے آنے لگا اور جاں نثار خادم نے بڑھ کر اپنی چادر سے آقائے نامدار پر سایہ کیا تو اس وقت خادم ومخدوم میں امتیاز ہو گیا اور لوگوں نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانا۔ [۲]

حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم قبا میں چند روز مقیم رہ کر مدینہ تشریف لائے اور حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے ہاں مہمان ہوئے، حضرت ابوبکرؓ بھی ساتھ آئے اور حضرت خارجہ بن زید ابن ابی زہیرؓ کے مکان میں فروکش ہوئے کچھ عرصہ کے بعد آپ کے اہل وعیال بھی حضرت طلحہؓ

۱۔صحیح بخاری باب ہجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ الی المدینۃ
۲۔صحیح بخاری باب ہجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ الی المدینۃ

کے ساتھ مدینہ پہنچ گئے۔ [۱]

لیکن مدینہ کی آب وہوا مہاجرین کے لئے نہایت ناموافق ہوئی، خصوصا حضرت ابوبکرؓ ایسے شدید بخار میں مبتلا ہوئے کہ زندگی سے مایوس ہوگئے، ایک دفعہ حضرت عائشہؓ نے حال پوچھا تو اس وقت یہ شعر وردزبان تھا۔

کل امرءٍ مصبح فی اھلہ والموت ادنی من شراك نعلہ

ہر آدمی اس حالت میں ساتھ اپنے اہل وعیال میں صبح کرتا ہے کہ موت جوتے کے تسمہ سے بھی قریب ہوتی ہے۔

حضرت عائشہؓ یہ حال دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کیفیت عرض کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور فرمایا:

ترجمہ: اے خدا تو مکہ کی طرح یا اس سے بھی زیادہ مدینہ کی محبت ہمارے دلوں میں پیدا کر، اسکو بیماریوں سے پاک فرما، اسکے صاع اور مد میں برکت دے اور اسکے (وبائی) بخار کو جحفہ میں منتقل کردے"۔ [۲]

دعا مقبول ہوئی حضرت ابوبکرؓ بستر مرض سے اٹھ کھڑے ہوئے اور مدینہ کی ہوا مہاجرین کے لئے مکہ سے بھی زیادہ خوش آئند ہوگئی۔

مواخات مدینہ

مدینہ پہنچنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین وانصار کی باہمی اجنبیت وبیگانگی دور کرنے کے لئے ایک دوسرے سے بھائی چارہ کرادیا، اس مواخات میں طرفین کے اعزاز ومرتبہ کا خاص طور پر لحاظ کیا گیا؛ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ کی برادری حضرت حارثہ بن زہیر

۱۔ طبقات ابن سعد قسم اول جز و ثالث: ۱۲۳

۲۔ بخاری باب مقدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ الی المدینہ

رضی اللہ تعالی عنہ سے قائم کی گئی جو مدینہ میں ایک معزز شخصیت کے آدمی تھے۔ [۱]

تعمیر مسجد نبوی

مدینہ اسلام کے لئے آزادی کی سرزمین تھی، فرزندان توحید جو کفار کے خوف سے ادھر ادھر منتشر ہو گئے تھے آہستہ آہستہ اس مرکز پر جمع ہونے لگے اور اب آزادی واجتماع کے ساتھ معبود حقیقی کی پرستش کا موقع حاصل ہوا، اس بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے پہلے تعمیر مسجد کا خیال پیدا ہوا، اس کے لئے جو زمین منتخب ہوئی وہ دو یتیم بچوں کی ملکیت تھی، گو ان کے اولیاء واقرباء بلا قیمت پیش کرنے پر مصر تھے، تاہم رحمت اللعالمین (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یتیموں کا مال لینا پسند نہ فرمایا اور حضرت ابوبکرؓ سے اس کی قیمت دلوادی۔

اس طرح مدینہ پہنچنے کے بعد بھی سب سے پہلے صدیق اکبرؓ ہی کے ابر کرم نے اسلام کے لئے جودوسخا کی بارش کی قیمت ادا کرنے کے علاوہ یہ پیرمرد اس کی تعمیر میں بھی نوجوانوں کے دوش بدوش سرگرم کار رہا۔ [۲]

غزوات ودیگر حالات

مدینہ پہنچ کر مسلمانوں کی بے بسی اور مظلومیت کا دور ختم ہو چکا تھا اور آزادی کے ساتھ دین متین کی نشر واشاعت کا وقت آ گیا تھا؛ لیکن عرب کی جنگجو قوم مذہب کی حقانیت اور صداقت کو بھی تیر وتفنگ اور نوک سناں سے وابستہ سمجھی جاتی تھی اس لئے اس نے ہمیشہ علمبردار اسلام کو اپنی جنگ جوئی سے منبر وعظ وہدایت کو چھوڑ کر میدان رزم میں آنے کے لئے مجبور کیا؛ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ تشریف لانے کے بعد سے فتح مکہ تک خونریز جنگوں کا سلسلہ جاری رہا اور ان سب

۱۔ اسد الغابہ تذکرۂ خارجہ بن زہیرؓ

۲۔ (فتح الباری حافظ ابن حجر ج ۷: ۱۹۳)

لڑائیوں میں صدیق اکبرؓ ایک مشیر و وزیر با تدبیر کی طرح ہمیشہ شرف ہمرکابی سے مشرف رہے۔

غزوۂ بدر

غزوۂ بدر حق و باطل کا اول اور فیصلہ کن معرکہ تھا، خدا کا برگزیدہ پیغمبر ایک سایہ دار جگہ کے نیچے اپنی محدود جماعت کے ساتھ حق و صداقت کی حمایت میں سرگرم کارزار تھا اور وہی پیر مرد جس نے اپنے وعظ سے عثمان بن عفانؓ، ابوعبیدہ بن الجراح اور عبدالرحمن بن عوفؓ جیسے الوالعزم اکابر صحابہ کو حلقہ بگوش اسلام بنالیا تھا نہایت جاں بازی کے ساتھ تیغ بکف اپنے ہادی کی حفاظت میں مصروف تھا، کفار و مشرکین ہر طرف سے نرغہ کرتے آتے اور یہ ایک ایک کو شجاعت خداداد سے بھگا دیتا تھا۔ [۱]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کفار کی کثرت دیکھ کر محزون ہوتے اور سربسجود ہوکر خدا سے دعا فرماتے "اے خدا مجھ کو بے یار و مددگار نہ چھوڑ اور اپنا عہد پورا کر، اے خدا کیا تو چاہتا ہے کہ آج سے تیری پرستش نہ ہو" اس عالم حزن و یاس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قدیم مونس باوفا اور ہمدم غمگسار شمشیر برہنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت میں مصروف ہوتا اور تسلی اور دلدہی کے کلمات اس کی زبان پر جاری ہوتے۔ [۲]

اس خوفناک جنگ میں بھی حضرت ابوبکرؓ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گذاری سے غافل نہ ہوئے، ایک دفعہ ردائے مبارک شانۂ اقدس سے گر گئی، فوراً تڑپ کر آئے اور اٹھا کر شانہ پر رکھ دی، پھر رجز پڑھتے ہوئے غنیم کی صف میں گھس گئے، درحقیقت یہی وہ وارفتگی جوش اور حب رسول کا جذبہ تھا جس نے قلت کو کثرت کے مقابلہ میں سربلند کیا۔ [۳]

۱۔ زرقانی جلد ۱ غزوۂ بدر
۲۔ زرقانی جلد ۲: ۴۸۴
۳۔ فتح الباری حافظ ابن حجر ج۷: ۲۲۵

اس جنگ میں مال غنیمت کے علاوہ تقریباً ستر قیدی ہاتھ آئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے متعلق کبار صحابہؓ سے مشورہ کیا حضرت عمرؓ کی رائے تھی کہ سب قتل کر دیئے جائیں ؛لیکن حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا کہ یہ سب اپنے ہی بھائی بند ہیں اس لئے ان کے ساتھ رحم وتلطف کا برتاؤ کرنا چاہئے اور فدیہ لے کر ان کو آزاد کر دینا چاہئے، رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت ابوبکر صدیقؓ کی رائے پسند آئی۔ [۱]

غزوۂ اُحد

بدر کی شکست قریش مکہ کے دامن شجاعت پر ایک نہایت بدنما دھبہ تھا، انہوں نے جوش انتقام میں نہایت عظیم الشان تیاریاں کیں ؛چنانچہ معرکہ احد اسی جوش کا نتیجہ تھا، اس جنگ میں مجاہدین اسلام باوجود قلت تعداد پہلے غالب آئے ؛لیکن اتفاقی طور پر پانسہ پلٹ گیا، بہت سے مسلمانوں کے پائے ثبات متزلزل ہو گئے، لیکن حضرت ابوبکرؓ آخر وقت تک ثابت قدم رہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سخت مجروح ہوئے اور لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہاڑ پر لائے تو حضرت ابوبکرؓ بھی ساتھ تھے، ابوسفیان نے پہاڑ کے قریب آ کر پکارا کیا قوم میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں؟ کوئی جواب نہ ملا تو اس نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کا نام لیا۔ [۲]

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ ہی کو رئیس امت سمجھتے تھے۔

اختتام جنگ کے بعد کفار مکہ واپس ہوئے تو ایک جماعت انکے تعاقب میں روانہ کی گئی حضرت ابوبکرؓ بھی اس میں شامل تھے۔ [۳]

۱۔صحیح مسلم باب امدادالملائکہ و غزوۂ بدر

۲۔صحیح بخاری باب غزوۂ احد

۳۔صحیح بخاری باب المغازی باب الذین استجابوا اللہ والرسول

غزوۂ احد کے بعد بنونضیر کی جلاوطنی، غزوۂ خندق اور جو دوسرے غزوات پیش آئے، حضرت ابوبکرؓ ان سب میں برابر کے شریک تھے۔

غزوۂ مصطلق اور واقعۂ افک

سنہ ٦ ھ میں غزوۂ بنی مصطلق پیش آیا، حضرت ابوبکرؓ اس معرکہ میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے، یہ مہم کامیابی کے ساتھ واپس آئی اور شب کے وقت مدینہ کے قریب تمام لشکر نے پڑاؤ ڈالا صبح کے وقت ام المومنین حضرت عائشہؓ جو اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھیں رفع حاجت کے لئے باہر تشریف لے گئیں، واپس آئیں تو دیکھا کہ گلے کا ہار کہیں گر گیا، تلاش کرتی ہوئی پھر اس طرف چلیں؛ لیکن جب ڈھونڈ کر پڑاؤ پر واپس پہنچیں تو لوگ روانہ ہو چکے تھے، اسی جگہ غمگین وملول بیٹھ گئیں، اتفاقاً صفوان بن معطلؓ نے جو نہایت ضعیف اور بوڑھے آدمی تھے اور عموماً کوچ کے بعد قیام گاہ کا جائزہ لے کر سب سے پیچھے روانہ ہوتے تھے، حضرت عائشہؓ کو دیکھ لیا اور اونٹ پر بٹھا کر مدینہ لائے۔

منافقین کی جماعت نے جو عموماً اپنی مفسدہ پردازی فتنہ انگیزی سے اسلام میں تفرقہ ڈالنے کی کوشش کرتی رہتی تھی اس واقعہ کو نہایت مکروہ صورت میں مشتہر کیا، دوسری طرف حضرت ابوبکر صدیقؓ اور خود حضرت عائشہؓ کو بارگاہ نبوت میں جو غیر معمولی رسوخ، تقرب اور اعزاز حاصل تھا، اس لئے بعض مسلمانوں کو بھی آمادہ رشک کر دیا تھا؛ چنانچہ انہوں نے بھی اس افتراء میں منافقین کی تائید کی سب سے زیادہ افسوسناک امر یہ تھا کہ حضرت ابوبکرؓ کا ایک پروردۂ نعمت اور عزیز مسطح بن اثاثہ جس کے وہ اب تک متکفل تھے اس سازش میں افترا پردازوں کا ہم آہنگ تھا۔

عزت وآبرو انسان کو دنیا میں سب سے زیادہ عزیز ہوتی ہے، اسی بنا پر حضرت ابوبکرؓ کے لئے نہایت روح فرسا آزمائش تھی، لیکن خدائے پاک نے بہت جلد اس سے نجات دیدی اور وحی الٰہی

نے اس شرمناک بہتان کی اس طرح قلعی کھولی:

اِنَّ الَّذِيْنَ جَاءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ٥ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ٥ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ٥ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ ٥ وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (سورہ نور آیات 11)

جن لوگوں نے (حضرت عائشہؓ) پر تہمت لگائی وہ تمہاری ہی جماعت سے ہیں اسکو تم اپنے لئے شر نہ سمجھو؛ بلکہ وہ تمہارے لئے خیر ہے ان میں ہر شریک گناہ کو بقدر شرکت سزا ملے گی اور ان میں سے جس نے بہت زیادتی کی ہے اس پر سخت عذاب ہوگا۔"

حضرت ابوبکرؓ اس برأت کے بعد مسطح بن اثاثہ کی کفالت سے دستبردار ہو گئے اور فرمایا خدا کی قسم: اس فتنہ پردازی کے بعد اس کی کفالت نہیں کرسکتا، لیکن جب یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

وَلَا يَأْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْٓا اُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ ٥ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ٥ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللهُ لَكُمْ ٥ وَاللهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (سورہ نور، آیت 22)

تم میں بڑے اور صاحب قدرت لوگ رشتہ داروں مساکین اور مہاجرین کو امداد نہ دینے کی قسم نہ کھائیں اور چاہئے کہ (انکے قصور) معاف کریں اور ان سے درگزر کریں کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تم کو بخش دے اور اللہ بڑا بخشنے والا اور رحمت والا ہے۔

تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کہا "خدا کی قسم! میں چاہتا ہوں کہ خدا مجھے بخش دے اور قسم کھائی کہ اب ہمیشہ اس کا کفیل رہوں گا۔ [۱]

واقعۂ حدیبیہ

اسی سال یعنی ۶ ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چودہ سو صحابہ کے ساتھ زیارت کعبہ کا عزم

۱۔ یہ تمام تفصیل بخاری باب حدیث الافک سے ماخوذ ہے

فرمایا جب مکہ کے قریب پہنچے تو خبر ملی کہ قریش مزاحم ہوں گے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر صحابہؓ سے مشورہ طلب کیا، حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ قتل وخونریزی نہیں؛ بلکہ زیارت کعبہ کے قصد سے روانہ ہوئے ہیں اس لئے تشریف لے چلئے جو کوئی اس راہ میں سدّ راہ ہوگا ہم اس سے لڑیں گے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا"بسم اللہ چلو غرض آگے بڑھ کر مقام حدیبیہ میں پڑاؤ ڈالا گیا اور طرفین سے مصالحت کی سلسلۂ جنبانی شروع ہوئی، اسی اثناء میں مشہور ہوا کہ حضرت عثمانؓ جو سفیر ہو کر گئے تھے شہید ہوگئے، یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام جاں نثاروں سے جہاد کی بیعت لی، یہی وہ بیعت ہے جو تاریخ اسلام میں" بیعت رضوان" کے نام سے مشہور ہے۔ [۱]

قریش مکہ ان تیاریوں سے خوفزدہ ہو کر کچھ نرم پڑ گئے اور مصالحت کے خیال سے عروہ بن مسعود کو سفیر بنا کر بھیجا، اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کرتے ہوئے کہا محمد! خدا کی قسم میں تمہارے ساتھ ایسے چہرے اور مخلوط آدمی دیکھتا ہوں کہ وقت پڑے گا تو وہ تم سب کو چھوڑ کر الگ ہو جائیں گے، اس جملہ نے جاں نثاران رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر نشتر کا کام کیا، حضرت ابوبکرؓ جیسے حلیم الطبع بزرگ نے برہم ہو کر کہا کیا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے، عروہ نے انجان بن کر پوچھا یہ کون ہیں؟ لوگوں نے کہا ابوبکرؓ، اس نے مخاطب ہو کر کہا، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر میں تمہارا زیر بار احسان نہ ہوتا تو تمہیں نہایت سخت جواب دیتا۔ [۲]

حدیبیہ میں جو معاہدہ طے پایا وہ بظاہر کفار کے حق میں زیادہ مفید تھا، اس بنا پر حضرت عمرؓ کو نہایت اضطراب ہوا اور حضرت ابوبکر صدیقؓ سے کہا کہ کفار سے اس قدر دب کر کیوں صلح کی جاتی ہے، حضرت ابوبکرؓ محرم اسرار نبوت تھے، فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے رسول ہیں، اس

۱۔ صحیح بخاری باب غزوہ حدیبیہ

۲۔ صحیح بخاری کتاب الشروط فی الجہاد والمصالحۃ مع اہل الحرب

لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی نافرمانی نہیں کرسکتے اور وہ ہر وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معین وناصر ہے۔[۱]

اس معاہدہ کے باعث قریش مکہ سے کچھ اطمینان ہوا تو سنہ ۷ھ میں خیبر پر فوج کشی ہوئی پہلے حضرت ابوبکر صدیق سپہ سالار تھے؛ لیکن درحقیقت یہ کارنامہ حضرت علیؓ کے لئے مقدر ہوچکا تھا؛ چنانچہ خیبر ان ہی کے ہاتھ مفتوح ہوا۔[۲]

اور حضرت ابوبکرؓ اسی سال ماہ شعبان میں بنی کلاب کی سرکوبی کے لئے مامور ہوئے۔[۳]

وہاں سے کامیابی کے ساتھ واپس آئے تو بنوفزارہ کی تنبیہ کے لئے ایک جماعت کے ساتھ روانہ کئے گئے اور بہت سے قیدی اور مال غنیمت کے ساتھ واپس آئے۔[۴]

قریش مکہ کی عہد شکنی کے باعث ۸ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس ہزار کی جماعت سے مکہ کا قصد فرمایا اور فاتحانہ جاہ وجلال سے مکہ میں داخل ہوئے، حضرت ابوبکرؓ بھی ہمراہ تھے، مکہ پہنچ کر اپنے والد ابوقحافہ عثمان بن عامر کو دربار نبوت میں پیش کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت شفقت کے ساتھ ان کے سینہ پر ہاتھ پھیر کر نور ایمان سے مشرف فرمایا۔[۵]

مکہ سے واپسی کے وقت بنوہوازن سے جنگ ہوئی جو عموماً غزوہ حنین کے نام سے مشہور ہے حضرت ابوبکر صدیقؓ اس میں بھی ثابت قدم اصحاب کی صف میں شامل تھے، یہاں سے بڑھ کر طائف کا محاصرہ ہوا، حضرت ابوبکرؓ کے فرزند حضرت عبداللہ اسی محاصرہ میں عبداللہ بن محجن ثقفی کے تیر سے زخمی ہوئے اور آخرکار یہی زخم حضرت ابوبکرؓ کے اوائل خلافت میں ان کی شہادت کا

۱۔ صحیح بخاری کتاب الشروط فی الجہاد والمصالحۃ مع اہل الحرب

۲۔ بخاری باب مناقب علی بن ابی طالب

۳۔ زرقانی جلد ۲ : ۳۸۷

۴۔ مسلم باب التفصیل وفاء المسلمین بالاساری

۵۔ اصابۃ حافظ ابن حجر تذکرہ ابوقحافہ عثمان بن عامر

باعث ہوا۔ [۱]

سنہ ۹ھ میں افواہ پھیلی کہ قیصر روم عرب پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے چونکہ مسلسل جنگوں کے باعث یہ نہایت عسرت وتنگ حالی کا زمانہ تھا، اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگی تیاریوں کے لئے صحابہ کرامؓ کو انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب دی، تمام صحابہؓ نے حسب حیثیت اس میں شرکت کی، حضرت عثمانؓ دولتمند تھے اس لئے بہت کچھ دیا؛ لیکن اس موقع پر بھی حضرت ابوبکرؓ کا امتیاز قائم رہا، گھر کا سارا اثاثہ لاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ڈالدیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا تم نے اپنے اہل وعیال کے لئے کیا چھوڑا ہے؟ عرض کیا ان کے لئے اللہ اور اسکا رسول ہے۔ [۲]

غرض اس سرمایہ سے ایک عظیم الشان فوج تیار ہوگئی اور حدود شام کی طرف بڑھی؛ لیکن تبوک پہنچ کر معلوم ہوا کہ خبر غلط تھی اس لئے سب لوگ واپس آگئے۔ [۳]

امارت حج

اسی سال یعنی ۹ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ کو امارت حج کے منصب پر مامور فرمایا اور ہدایت کی کہ منی کے عظیم الشان اجتماع میں اعلان کردیں کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور نہ کوئی برہنہ شخص خانہ کعبہ کا طواف کرے۔ [۴]

چونکہ سورۂ برأت اسی زمانہ میں نازل ہوئی تھی اور حضرت علیؓ حج کے موقع پر اس کو سنانے کے لئے بھیجے گئے تھے اس لئے بعضوں کو یہ شک پیدا ہوگیا ہے کہ امارت حج کی خدمت بھی حضرت ابوبکرؓ

۱۔ اسد الغابہ تذکرہ عبداللہ بن ابی بکر الصدیقؓ

۲۔ ابوداؤد کتاب الزکوٰۃ:۱۲۹ مطبوعہ مصر اسناد صحیح

۳۔ طبقات ابن سعد حصہ معازی

۴۔ صحیح بخاری باب حج ابی بکرؓ بالناس فی سنۃ تسع

سے لے کر حضرت علیؓ ہی کو تفویض کی گئی تھی؛ لیکن یہ شدید غلطی ہے کیونکہ یہ دو مختلف خدمتیں تھیں؛ چنانچہ خود حضرت علیؓ کی ایک روایت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ اس شرف کے تنہا مالک تھے۔ [۱]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اور حضرت ابو بکرؓ صدیق کی خلافت

سنہ ۱۰ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع کے لئے تشریف لے گئے، حضرت ابو بکرؓ ہمرکاب تھے، اس سفر سے واپس آنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مفصل خطبہ دیا اور فرمایا: "خدا نے ایک بندہ کو دنیا اور عقبیٰ کے درمیان اختیار دیا تھا؛ لیکن اس نے عقبیٰ کو دنیا پر ترجیح دی"۔ حضرت ابو بکرؓ یہ سن کر رونے لگے لوگوں کو سخت تعجب ہوا کہ یہ رونے کا کون سا موقع تھا۔ [۲] لیکن درحقیقت ان کی فراست دینی اس کنایہ کی تہ تک پہنچ گئی اور وہ سمجھ گئے تھے کہ بندہ سے مراد خود ذات اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہے؛ چنانچہ اس تقریر کے بعد ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے، مرض روز بروز بڑھتا گیا، یہاں تک کہ مسجد نبوی میں تشریف لانے سے بھی معذور ہو گئے اور حکم ہوا کہ ابو بکرؓ امامت کی خدمت انجام دیں۔

حضرت عائشہؓ کو خیال ہوا کہ اگر امامت کا شرف حضرت ابو بکرؓ کو عطا کیا جائے گا تو وہ محسود خلائق ہو جائیں گے، اس لئے انہوں نے خود اور ان کی تحریک سے حضرت حفصہؓ نے بارگاہ نبوت میں عرض کیا کہ ابو بکرؓ نہایت رقیق القلب ہیں اس لئے یہ منصب جلیل عمرؓ کو عطا کیا جائے؛ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکرؓ کی امامت کے لئے اصرار کے ساتھ حکم دیا اور برہم ہو کر

۱۔ فتح الباری حافظ ابن حجر ج ۸: ۴۰

۲۔ صحیح بخاری باب فضائل الصدیق

فرمایا" تم وہی ہو جنہوں نے یوسف کو دھوکہ دینا چاہا تھا"۔ [۱]
حضرت ابوبکرؓ کو جب اس حکم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ تم پڑھاؤ، انہوں نے کہا آپ مجھ سے زیادہ مستحق ہیں۔ [۲]
غرض اس روز سے حضرت ابوبکرؓ ہی نماز پڑھاتے رہے، ایک روز حسب معمول نماز پڑھا رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، حضرت ابوبکرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر پیچھے ہٹنا چاہا؛ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ سے منع فرمایا اور خود ان کے داہنے پہلو میں بیٹھ کر نماز ادا کی۔ [۳]
۱۲/ ربیع الاول دوشنبہ کے روز جس دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی حضرت ابوبکرؓ نماز پڑھا رہے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجرے کا پردہ اٹھا کر دیکھا اور خوش ہو کر مسکرائے تو حضرت ابوبکرؓ نے اس خیال سے کہ شاید آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے تشریف لائیں گے پیچھے ہٹنا چاہا؛ لیکن اشارہ سے حکم ہوا کہ نماز پوری کرو اور پھر پردہ گرا دیا۔ [۴]
چونکہ اس روز بظاہر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض میں افاقہ معلوم ہوتا تھا اس لئے حضرت ابوبکرؓ نماز کے بعد اجازت لے کر مقام سنح کو جہاں ان کی زوجہ محترمہ حضرت خارجہ بنت زہیرؓ رہتی تھیں، تشریف لے گئے۔ [۵]
حضرت ابوبکر صدیقؓ سنح سے واپس آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو چکا تھا اور مسجد کے دروازہ پر ایک ہنگامہ برپا تھا؛ لیکن وہ کسی سے کچھ نہ بولے اور سیدھے حضرت عائشہؓ کے

۱۔ صحیح بخاری باب اہل العلم والفضل احق بالامامۃ
۲۔ صحیح بخاری باب اہل العلم والفضل احق بالامامۃ
۳۔ صحیح بخاری باب من قام الی جنب الامام بعلۃ
۴۔ صحیح بخاری باب اہل العلم والفضل حق بالامامۃ
۵۔ صحیح بخاری باب الدخول علی المیت بعد الموت

مکان میں داخل ہوئے اور اپنے محبوب آقا کے نورانی چہرہ سے نقاب اٹھا کر پیشانی پر بوسہ دیا اور رو کر کہا:

میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، خدا کی قسم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر دو موتیں جمع نہ ہونگی، وہ موت جو آپ کے لئے مقدر تھی اسکا مزہ چکھ چکے اس کے بعد اب پھر کبھی موت نہ آئے گی"

پھر چادر ڈال کر باہر تشریف لائے، حضرت عمرؓ جوش وارفتگی میں تقریر کررہے تھے اور قسم کھا کھا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال فرمانے سے انکار کر رہے تھے، حضرت ابوبکرؓ نے یہ حال دیکھا تو فرمایا عمرؓ! تم بیٹھ جاؤ؛ لیکن انہوں نے وارفتگی میں کچھ خیال نہ کیا، تو آپ نے الگ کھڑے ہو کر تقریری شروع کردی اور تمام مجمع آپ کی طرف جھک پڑا اور حضرت عمرؓ تنہا رہ گئے، آپ نے فرمایا:

اما بعد فمن کان یعبد محمدا فان محمدا قد مات ومن کان یعبد اللہ فان اللہ حی لا یموت قال اللہ تعالی وما محمدا الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل الایۃ،

اگر لوگ محمد کی پرستش کرتے تھے تو بیشک ان کا انتقال ہوگیا اور اگر خدا کو پوجتے تھے تو بیشک وہ زندہ ہے اور کبھی نہ مرے گا، خدائے برتر فرماتا ہے"محمد صرف ایک رسول ہیں جن سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔

یہ تقریر ایسی دل نشین تھی کہ ہر ایک کا دل مطمئن ہوگیا، خصوصاً جو آیت آپ نے تلاوت فرمائی وہ ایسی باموقع تھی کہ اسی وقت زبان زد خاص وعام ہوگئی، حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم! ہم لوگوں کو ایسا معلوم ہوا کہ گویا یہ آیت پہلے نازل ہی نہیں ہوئی تھی۔ [۱]

سقیفہ بنی ساعدہ

۱۔ صحیح بخاری باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم ووفاتہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کی خبر مشہور ہوتے ہی منافقین کی سازش سے مدینہ میں خلافت کا فتنہ اُٹھ کھڑا ہوا اور انصار نے سقیفہ بنی ساعدہ میں مجتمع ہوکر خلافت کی بحث چھیڑ دی، مہاجرین کو خبر ہوئی تو وہ بھی مجتمع ہوئے اور معاملہ اس حد تک پہنچ گیا کہ اگر حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کو وقت پر اطلاع نہ ہوجاتی تو مہاجرین اور انصار جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بھائی بھائی کی طرح رہتے تھے باہم دست و گریباں ہوجاتے اور اس طرح اسلام کا چراغ ہمیشہ کے لئے گل ہوجاتا؛ لیکن خدا کو توحید کی روشنی سے تمام عالم کو منور کرنا تھا، اس لئے اس نے آسمان اسلام پر ابوبکرؓ وعمرؓ جیسے مہر وماہ پیدا کردیئے تھے جنہوں نے اپنی عقل وسیاست کی روشنی سے افق اسلام کی ظلمت اور تاریکیوں کو کافور کردیا۔

حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ کو ساتھ لئے ہوئے سقیفہ بنی ساعدہ پہنچے، انصار نے دعویٰ کیا کہ ایک امیر ہمارا ہو اور ایک تمہارا، ظاہر ہے کہ اس دو عملی کا نتیجہ کیا ہوتا؟ ممکن تھا کہ مسند خلافت مستقل طور پر صرف انصار ہی کے سپرد کردی جاتی؛ لیکن دقت یہ تھی کہ قبائل عرب خصوصاً قریش ان کے سامنے گردن اطاعت خم نہیں کرسکتے تھے، پھر انصار میں بھی دو گروہ تھے اوس اور خزرج اور ان میں باہم اتفاق نہ تھا، غرض ان دقتوں کو پیش نظر رکھ کر حضرت ابوبکرؓ نے کہا" امراء ہماری جماعت سے ہوں اور وزراء تمہاری جماعت سے" اس پر حضرت خباب بن المنذر انصاریؓ بول اٹھے، نہیں !خدا کی قسم نہیں، ایک امیر ہمارا ہو اور ایک تمہارا، حضرت ابوبکرؓ نے یہ جوش وخروش دیکھا تو نرمی وآشتی کے ساتھ انصار کے فضائل ومحاسن کا اعتراف کرکے فرمایا:

صاحبو: مجھے آپ کے محاسن سے انکار نہیں؛ لیکن درحقیقت تمام عرب قریش کے سوا کسی کی حکومت تسلیم ہی نہیں کرسکتا پھر مہاجرین اپنے تقدم اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خاندانی تعلقات کے باعث نسبتاً آپ سے زیادہ استحقاق رکھتے ہیں، یہ دیکھو ابوعبیدہ بن الجراح اور عمر بن خطابؓ موجود ہیں ان میں سے جس کے ہاتھ چاہو بیعت کرلو۔

لیکن حضرت عمرؓ نے پیش دستی کر کے خود حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ میں ہاتھ دیدیا اور کہا: نہیں؛ بلکہ ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں؛ کیونکہ آپ ہمارے سردار اور ہم لوگوں میں سب سے بہتر ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو سب سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ [۱]

چنانچہ اس مجمع میں حضرت ابوبکرؓ سے زیادہ کوئی با اثر بزرگ اور معمر نہ تھا اس لئے اس انتخاب کو سب نے استحسان کی نگاہ سے دیکھا اور تمام خلقت بیعت کے لئے ٹوٹ پڑی، اس طرح یہ اٹھتا ہوا طوفان دفعتہً رک گیا اور لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تکفین میں مشغول ہوئے۔

اس فرض سے فارغ ہونے کے بعد دوسرے روز مسجد میں بیعت عامہ ہوئی اور حضرت ابوبکر صدیقؓ نے منبر پر بیٹھ کر ان الفاظ میں اپنے آئندہ طرز عمل کی توضیح فرمائی:

صاحبو میں تم پر حاکم مقرر کیا گیا ہوں؛ حالانکہ میں تم لوگوں میں سب سے بہتر نہیں ہوں، اگر میں اچھا کام کروں تو تم میری اعانت کرو اگر برائی کی طرف جاؤں تو مجھے سیدھا کردو، صدق امانت ہے اور کذب خیانت ہے، انشاء اللہ تمہارا ضعیف فرد بھی میرے نزدیک قوی ہے یہاں تک کہ میں اس کا حق واپس دلا دوں، انشاء اللہ اور تمہارا قوی مرد بھی میرے نزدیک ضعیف ہے یہاں تک کہ میں اس سے دوسروں کا حق دلا دوں، جو قوم جہاد فی سبیل اللہ چھوڑ دیتی ہے اسکو خدا ذلیل وخوار کر دیتا ہے اور جس قوم میں بدکاری عام ہو جاتی ہے خدا اسکی مصیبت کو بھی عام کر دیتا ہے، میں خدا اور اسکے رسول کی اطاعت کروں تو میری اطاعت کرو؛ لیکن جب خدا اور اسکے رسول کی نافرمانی کروں تو تم پر اطاعت نہیں اچھا اب نماز کے لئے کھڑے ہو جاؤ، خدا تم پر رحم کرے۔" [۲]

حضرت علیؓ کی بیعت

گو تمام مسلمانوں نے حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کرلی اور وہ باقاعدہ مسند خلافت پر متمکن

۱۔ صحیح بخاری حدیث نمبر 3668 [کتاب فضائل الصحابہ

۲۔ البدایہ والنھایہ ۶/۳۰۵-۳۰۶ حافظ ابن کثیر

ہوگئے، تاہم حضرت علیؓ اوران کے بعض دوسرے صحابہؓ نے کچھ دنوں تک بیعت میں تاخیر کی، اس توقف نے تاریخ اسلام میں عجیب وغریب مباحث پیدا کردئے ہیں جن کی تفصیل کے لئے اس اجمال میں گنجائش نہیں، ممکن ہے کہ حضرت علیؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے مخصوص تعلقات کی بنا پر خلافت کے آرزومند ہوں اوراس انتخاب کواپنی حق تلفی سمجھتے ہوں تاہم ان کا حق پرست دل نفسانیت سے پاک تھا، اس لئے یہ کسی طرح قیاس میں نہیں آتا کہ محض اسی آرزو نے ان کو چھ ماہ تک جمہور مسلمانوں سے انحراف پر مائل رکھا ہو، اس بنا پر دیکھنا چاہئے کہ خود حضرت علیؓ نے اس توقف کی کیا وجہ بیان کی ہے، ابن سعد کی روایت ہے:

محمد بن سیرین کی روایت ہے کہ جب ابوبکرؓ کی بیعت کی گئی تو علیؓ نے بیعت میں دیر کی اور خانہ نشین رہے، ابوبکرؓ نے کہلا بھیجا کہ میری بیعت سے آپ کی تاخیر کا کیا سبب ہے؟ کیا آپ میری امارت کو ناپسند کرتے ہیں؟ علیؓ نے کہا کہ میں آپ کی امارت کو ناپسند نہیں کرتا؛ لیکن میں نے قسم کھائی ہے کہ جب تک قرآن جمع نہ کرلوں نماز کے سوا اپنی چادر نہیں اوڑھوں گا۔ [۱]

اس روایت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ بیعت میں دیر ہوجانے کی حقیقی وجہ کیا تھی؟ ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ باغ فدک اور مسئلہ وارثت کے جھگڑوں نے (جس کا تذکرہ آئندہ آئیگا) خلیفہ اول کی طرف سے حضرت فاطمہؓ کے دل میں کسی قدر ملال پیدا کردیا تھا اس لئے ممکن ہے کہ حضرت علیؓ نے محض ان کے پاس خاطر سے بیعت میں دیر کی ہو؛ چنانچہ جب ان کا انتقال ہوگیا تو حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکرؓ کو تنہا بلاکر ان کے فضل وشرف کا اعتراف فرمایا اور کہا کہ خدا نے آپ کو جو درجہ عطا کیا ہے ہم اس پر حسد نہیں کرتے؛ لیکن خلافت کے معاملہ میں ہماری حق تلفی ہوئی، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت اور رشتہ داری کی بنا پر ہم اس میں یقیناً اپنا حصہ سمجھتے تھے۔

۱۔صحیح بخاری باب غزوہ خیبر، طبقات ابن سعد

حضرت علیؓ نے اس کو کچھ اس انداز سے کہا کہ خلیفہ اول کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور جواب دیا"قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میں اپنے رشتہ داروں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ داروں کو زیادہ عزیز رکھتا ہوں، رہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متروکہ جائداد کا جھگڑا تو اس میں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز عمل سے سرمو انحراف نہیں کیا۔

غرض اس طرح دوستانہ شکوہ سنجی سے دونوں کا آئینہ دل صاف ہو گیا اور بعد نماز ظہر حضرت ابوبکرؓ نے مجمع عام میں حضرت علیؓ کی طرف عذر خواہی کی اور حضرت علیؓ نے شاندار الفاظ میں ان کے فضل وشرف کا اعتراف کیا۔

خلافت

حضرت ابوبکر صدیقؓ کو مسند آرائے خلافت ہوتے ہی اپنے سامنے صعوبات، مشکلات اور خطرات کا ایک پہاڑ نظر آنے لگا،ایک طرف جھوٹے مدعیان نبوت اٹھ کھڑے ہوئے تھے، دوسری طرف مرتدین اسلام کی ایک جماعت علم بغاوت بلند کئے ہوئے تھی، منکرین زکوٰۃ نے علیحدہ شورش برپا کر رکھی تھی، ان دشواریوں کے ساتھ حضرت اسامہ بن زیدؓ کی مہم بھی درپیش تھی جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات ہی میں شام پر حملہ آور ہونے کا حکم دیا تھا، اسی مہم کے متعلق صحابہ کرامؓ نے رائے دی کہ اس کو ملتوی کر کے پہلے مرتدین وکذاب مدعیان نبوت کا قلع قمع کیا جائے؛ لیکن خلیفہ اول کی طبیعت نے گوارا نہ کیا کہ ارادہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور حکم رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم معرض التوا میں پڑ جائے اور جو علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایما سے روم کے مقابلہ کے لئے بلند کیا گیا تھا اس کو کسی دوسری جانب حرکت دی جائے؛ چنانچہ آپؓ نے برہم ہو کر فرمایا"خدا کی قسم! اگر مدینہ اس طرح آدمیوں سے خالی

ہو جائے کہ درندے آ کر میرے ٹانگ کھینچنے لگیں جب بھی میں اس مہم کو روک نہیں سکتا۔ [۱]

اسامہ بن زیدؓ والی مہم

غرض خلیفہ اول نے خطرات ومشکلات کے باوجود حضرت اسامہؓ کو روانگی کا حکم دیا اور خود دور تک پیادہ پا مشایعت کر کے ان کو نہایت زریں ہدایات فرمائیں، چونکہ اسامہؓ گھوڑے پر سوار تھے اور جانشین رسول صلی اللہ علیہ وسلم پیادہ پا گھوڑے کے ساتھ دوڑ رہا تھا، اس لئے انہوں نے تعظیماً عرض کیا کہ "اے جانشین رسول صلی اللہ علیہ وسلم! خدا کی قسم آپ گھوڑے پر سوار ہو لیں ورنہ میں بھی اترتا ہوں"۔ بولے "اس میں کیا مضائقہ ہے، اگر میں تھوڑی دیر تک راہِ خدا میں اپنا پاؤں غبار آلود کروں، غازی کے ہر قدم کے عوض سات سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

حضرت اسامہؓ کی مہم رخصت ہو کر حدود شام میں پہنچی اور اپنا مقصد پورا کر کے یعنی حضرت زیدؓ کا انتقام لے کر نہایت کامیابی کے ساتھ چالیس دن میں واپس آئی، حضرت ابوبکرؓ نے صحابہ کرام کے ساتھ مدینہ سے باہر نکل کر نہایت جوش مسرت سے ان کا استقبال فرمایا۔ [۲]

مدعیانِ نبوت کا قلع قمع

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی زندگی میں بعض مدعیان نبوت پیدا ہو چکے تھے؛ چنانچہ مسیلمہ کذاب نے ۱۰ ھ میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لکھا تھا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نبوت میں شریک ہوں، نصف دنیا آپ کی ہے اور نصف میری، سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو جواب دیا تھا۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مسیلمہ کذاب کو، اما بعد دنیا خدا کی ہے وہ اپنے بندوں

۱۔ تاریخ الخلفاء ۱۷ حافظ جلال الدین سیوطی

۲۔ تاریخ طبری ۱۸۵ ابوجعفر محمد بن جریر

میں سے جسکو چاہے گا اسکا وارث بنائیگا اور انجام پرہیز گاروں کے لئے ہے۔ [۱]

لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اور بھی بہت سے مدعیان نبوت پیدا ہو گئے تھے اور روز بروز ان کی قوت بڑھتی جاتی تھی؛ چنانچہ طلیحہ بن خویلد نے اپنے اطراف میں علم نبوت بلند کیا تھا بنو غطفان اس کی مدد پر تھے اور عیینہ بن حصن فزاری ان کا سردار تھا، اسی طرح اسود عنسی نے یمن میں اور مسیلمہ بن حبیب نے یمامہ میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا، مرد تو مرد یہ ایسا مرض عام ہو گیا تھا کہ عورتوں کے سر میں بھی نبوت کا سودا سما گیا تھا۔

چنانچہ سجاح بنت حارثہ تمیمیہ نے نہایت زور شور کے ساتھ نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور اشعث بن قیس اس کا داعی خاص تھا، سجاح نے آخر میں اپنی قوت مضبوط کرنے کے لئے مسیلمہ سے شادی کر لی تھی اور یہ مرض وباء کی طرح تمام عرب میں پھیل گیا تھا، اس کے انسداد کی نہایت سخت ضرورت تھی اس بنا پر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے خاص طور پر اس کی طرف توجہ کی اور صحابہ کرامؓ سے مشورہ کیا کہ اس مہم کے لئے کون شخص زیادہ موزوں ہوگا؟ حضرت علیؓ کا نام لیا گیا؛ لیکن وہ اس وقت تک تمام تعلقات دنیوی سے کنارہ کش تھے اس لئے قرعہ انتخاب حضرت خالد بن ولید کے نام نکلا چنانچہ وہ ۱۱ھ میں حضرت ثابت ابن قیس انصاریؓ کے ساتھ مہاجرین وانصار کی ایک جمعیت لیکر مدعیان نبوت کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوئے۔ [۲]

حضرت خالد بن ولید نے سب سے پہلے طلیحہ کی جماعت پر حملہ کر کے اس کے متبعین کو قتل کیا اور عیینہ بن حصن کو گرفتار کر کے تیس قیدیوں کے ساتھ مدینہ روانہ کیا اور عیینہ بن حصن نے مدینہ پہنچ کر اسلام قبول کر لیا؛ لیکن طلیحہ شام کی طرف بھاگ گیا اور وہاں سے عذر خواہی کے طور پر دو شعر لکھ کر بھیجے اور تجدید اسلام کر کے حلقہ مومنین میں داخل ہو گیا۔ [۳]

۱۔ تاریخ طبری صفحہ:۱۷۴۹ ابوجعفر محمد بن جریر

۲۔ تاریخ طبری صفحہ تاریخ طبری:۱۸۸۷ ابوجعفر محمد بن جریر

۳۔ تاریخ یعقوبی ج ۲ : ۱۴۵

مسیلمہ کذاب کی بیخ کنی کے لئے حضرت شرجیل بن حسنہ روانہ کئے گئے؛ لیکن قبل اس کے کہ وہ حملہ کی ابتداء کریں حضرت خالد بن ولیدؓ کو ان کی اعانت کے لئے روانہ کیا گیا؛ چنانچہ انہوں نے مجاعہ کو شکست دی، اس کے بعد خود مسیلمہ سے مقابلہ ہوا مسیلمہ نے اپنے متبعین کو ساتھ لے کر نہایت شدید جنگ کی اور مسلمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد اس میں شہید ہوئی جس میں بہت سے حفاظ قرآن تھے؛ لیکن آخری فتح مسلمانوں کے ہاتھ رہی اور مسیلمہ کذاب حضرت وحشیؓ کے ہاتھ سے مارا گیا، مسیلمہ کی بیوی سجاح جو خود مدعی نبوت تھی بھاگ کر بصرہ پہنچی اور کچھ دنوں کے بعد مرگئی۔ [۱]

اسود عنسی نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ ہی میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا، حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانہ میں اس کی قوت زیادہ بڑھ گئی تھی، اس کو قیس بن مکشوح اور فیروز دیلمی نے نشہ کی حالت میں واصل جہنم کیا۔ [۲]

مرتدین کی سرکوبی

حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بہت سے سرداران عرب مرتد ہو گئے اور ہر ایک اپنے حلقہ کا بادشاہ بن بیٹھا؛ چنانچہ نعمان بن منذر نے بحرین میں سر اٹھایا، لقیط بن مالک نے عمان میں علم بغاوت بلند کیا، اسی طرح کندہ کے علاقہ میں بہت سے بادشاہ پیدا ہو گئے، اس لئے حضرت ابوبکرؓ نے مدعیان نبوت سے فارغ ہونے کے بعد اس طوائف الملوکی کی طرف توجہ کی؛ چنانچہ علاء بن حضرمیؓ کو بحرین بھیج کر نعمان بن منذر کا قلع قمع کرایا، اسی طرح حذیفہ بن محصن کی تلوار سے لقیط بن مالک کو قتل کرا کے سرزمین عمان کو پاک کیا اور زیاد بن لبیدؓ کے ذریعہ

۱۔ تاریخ یعقوبی ج ۲ : ۱۴۵

۲۔ تاریخ طبری صفحہ : ۱۸۶۳ ابوجعفر محمد بن جریر

سے ملوک کندہ کی سرکوبی کی۔ [۱]

منکرین زکوۃ کی تنبیہ

مدعیان نبوت اور مرتدین کے علاوہ ایک تیسرا گروہ منکرین زکوٰۃ کا تھا چونکہ یہ گروہ اپنے کو مسلمان کہتا تھا اور صرف زکوۃ ادا کرنے سے منکر تھا اس لئے اس کے خلاف تلوار اٹھانے کے متعلق خود صحابہؓ میں اختلاف رائے ہوا؛ چنانچہ حضرت عمرؓ جیسے متشدد صاحب رائے بزرگ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے کہا کہ آپ ایک ایسی جماعت کے خلاف کس طرح جنگ کر سکتے ہیں جو توحید ورسالت کا اقرار کرتی ہے اور صرف زکوٰۃ کی منکر ہے لیکن خلیفہ اول کا غیر متزلزل ارادہ واستقلال اختلاف رائے سے مطلق متاثر نہ ہوا، صاف کہہ دیا" خدا کی قسم! اگر ایک بکری کا بچہ بھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا جاتا تھا کوئی دینے سے انکار کرے گا تو میں اس کے خلاف جہاد کروں گا، اس تشدد کا نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑی سی تنبیہ کے بعد تمام منکرین خود زکوۃ لے کر بارگاہ خلافت میں حاضر ہوئے اور پھر حضرت عمرؓ کو بھی حضرت ابوبکر صدیقؓ کی اصابت رائے کا اعتراف کرنا پڑا۔ [۲]

جمع وترتیب قرآن

مدعیان نبوت ومرتدین اسلام کے مقابلہ میں بہت سے حفاظ قرآن شہید ہوئے خصوصا یمامہ کی خونریز جنگ میں اس قدر صحابہ کرام کام آئے کہ حضرت عمرؓ کو اندیشہ ہوگیا کہ اگر صحابہؓ کی شہادت کا یہی سلسلہ قائم رہا تو قرآن شریف کا بہت حصہ ضائع ہو جائے گا، اس لئے انہوں نے خلیفہ اول سے قرآن شریف کے جمع وترتیب کی تحریک کی، حضرت ابوبکر صدیق کو پہلے عذر ہوا کہ جس کام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا ہے اس کو میں کس طرح کروں، حضرت عمرؓ نے کہا یہ

۱۔ تاریخ طبری صفحہ : ۱۸۶۳ ابوجعفر محمد بن جریر

۲۔ صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۸۸

کام اچھا ہے اوران کے بار بار کے اصرار سے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ذہن میں بھی یہ بات آ گئی؛ چنانچہ انہوں نے حضرت زید بن ثابتؓ کو جو عہد نبوت میں کاتب وحی تھے قرآن شریف کے جمع کرنے کا حکم دیا، پہلے ان کو بھی اس کام میں عذر ہوا لیکن پھر اس کی مصلحت سمجھ میں آ گئی اور نہایت کوشش واحتیاط کے ساتھ تمام متفرق اجزاء کو جمع کر کے ایک کتاب کی صورت میں مدون کیا۔ [۱]

ایک غلط فہمی کا ازالہ

قرآن شریف کی جمع وترتیب کے متعلق ایک عام غلط فہمی یہ ہے کہ عہد نبوت میں کلام مجید کی آیتوں اورسورتوں میں باہم کوئی ترتیب نہ تھی اور نہ سورتوں کے نام وضع ہوئے تھے اس لئے عہد صدیقؓ میں جو کام انجام پایا وہ ان ہی آیات وسور کو باہم مرتب کرنا تھا؛لیکن یہ افسوس ناک غلطی ہے، درحقیقت جس طرح قرآن کی ہر آیت الہامی ہے، اسی طرح آیات وسور کی باہمی ترتیب اور سورتوں کے نام بھی الہامی ہیں اور خود مہبط وحی والہام صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں یہ تمام کام انجام پاچکے تھے چنانچہ ہم اس بحث کو کسی قدر تفصیل سے لکھتے ہیں۔

کلام پاک کی آیتیں اورسورتیں عہد نبوت میں مرتب ہوچکی تھیں

قرآن شریف کی آیتیں عموماً کسی خاص واقعہ اورضرورت کے پیش آجانے پر نازل ہوتی تھیں اور صحابہؓ ان کو کھجور کی شاخ، ہڈی، چمڑے، پتھر کی تختی یا کسی خاص قسم کے کاغذ پر لکھ لیتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق ترتیب دیتے تھے، جب ایک سورۃ ختم ہوجاتی تو

۱۔ صحیح (بخاری ج ۲ ص ۴۵

وہ علیحدہ نام سے موسوم ہو جاتی تھی اور پھر دوسری شروع ہو جاتی تھی، کبھی ایک ساتھ دوسورتیں نازل ہوتیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کو الگ الگ لکھواتے جاتے غرض! اس طرح آپ کے زمانہ ہی میں سورتیں مدون ومرتب ہو چکی تھیں اور ان کے نام بھی قرار پا چکے تھے، حدیثوں میں ذکر آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں فلاں فلاں سورتیں پڑھیں یا فلاں سورۃ سے فلاں تک تلاوت فرمائی، صحیح بخاری میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں بقرہ، آل عمران اور نساء پڑھی، سورۂ فاتحہ اور سورۂ اخلاص کے ذکر سے تو شاید حدیث کی کوئی کتاب خالی نہ ہوگی، اب دیکھنا چاہئے کہ حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ میں کیا خدمت انجام پائی۔

حضرت ابو بکرؓ نے قرآن کے متفرق اجزاء کو صرف ایک کتاب کی صورت میں جمع کرایا

علامہ حافظ ابن حجر بخاری کی شرح میں فرماتے ہیں:"اللہ تعالی نے قرآن شریف میں اپنے قول یتلو اصحفا مطہرۃ الا یہ میں بیان فرمایا ہے کہ قرآن صحیفوں میں جمع ہے، قرآن شریف صحیفوں میں لکھا ہوا ضرور تھا؛ لیکن متفرق تھا، حضرت ابو بکرؓ نے ایک جگہ جمع کر دیا، پھر ان کے بعد محفوظ رہا، یہاں تک کہ حضرت عثمانؓ نے متعدد نسخے نقل کرا کے دوسری شہروں میں روانہ کر دیئے۔[۱]

اس تشریح سے صاف ظاہر ہو گیا کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے حکم سے حضرت زیدؓ نے صرف قرآن شریف کے متفرق اجزاء کو جمع کر کے ایک کتاب کی صورت میں مدون کر دیا تھا۔

صحیفہ صدیقی کب تک محفوظ رہا

حضرت زید بن ثابتؓ کا مدون کیا ہوا نسخہ حضرت ابو بکرؓ کے خزانہ میں محفوظ رہا، اس کے بعد

ا۔ فتح الباری جلد 9 صفحہ 10 حافظ ابن حجر

حضرت عمرؓ کے قبضہ میں آیا، حضرت عمرؓ نے ام المومنین حضرت حفصہؓ کے حوالہ فرمایا اور وصیت کردی کہ کسی شخص کو نہ دیں، البتہ جس کو نقل کرنا یا اپنا نسخہ صحیح کرنا ہو وہ اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے، چنانچہ حضرت عثمانؓ نے اپنے عہد میں حضرت حفصہؓ سے عاریۃً لے کر چند نسخہ نقل کرائے اور دوسرے مقامات میں روانہ کردیئے؛ لیکن اصل نسخہ بدستور حضرت حفصہؓ کے پاس محفوظ رہا، جب مروان مدینہ کا حاکم ہوکر آیا تو اس نے اس نسخہ کو حضرت حفصہ سے لینا چاہا؛ لیکن انہوں نے دینے سے انکار کردیا اور تاحیات اپنے پاس محفوظ رکھا، ان کے انتقال کے بعد مروان نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے لے کر اس کو ضائع کردیا۔[۱]

فتوحات

جزیرہ نمائے عرب کی سرحد دنیا کی دو عظیم الشان سلطنتوں سے ٹکراتی تھی، ایک طرف شام پر رومی پھریرا لہرا رہا تھا، دوسری طرف عراق پر کیانی خاندان کا تسلط تھا، ان دونوں ہمسایہ سلطنتوں نے ہمیشہ کوشش کی کہ عرب کے آزاد و جنگجو باشندوں پر اپنی حکمرانی کا سکہ جمائیں، خصوصاً ایرانی سلطنت نے اس مقصد کے لئے بارہا عظیم الشان قربانیاں برداشت کیں، بڑی بڑی فوجیں اس مہم کو سر کرنے کے لئے بھیجیں اور بعض اوقات اس نے عرب کے ایک وسیع خطہ پر تسلط بھی قائم کرلیا؛ چنانچہ شاپور بن اردشیر جو سلطنت ساسانیہ کا دوسرا فرماں روا تھا، اس کے عہد میں حجاز و یمن دونوں باجگذار ہوگئے تھے، اسی طرح سابور ذی الاکتاف یمن و حجاز کو فتح کرتا ہوا مدینہ منورہ تک پہنچ گیا تھا، یہ عربوں کا حد درجہ دشمن تھا، جو روسائے عرب گرفتار ہوکر جاتے تھے وہ ان کے شانے اکھڑوا ڈالتا تھا، اسی سے عرب میں "ذوالاکتاف" یعنی شانوں والے کے لقب سے مشہور ہوا۔[۲]
لیکن عرب کی آزاد اور غیور فطرت دب کر رہنا نہ جانتی تھی، اسی لئے جب کبھی موقع ملا بغاوت برپا

۱۔ فتح الباری جلد 9 صفحہ 10 حافظ ابن حجر
۲۔ تاریخ الطوال ۴۹

ہوگئی، یہاں تک کہ چند بار خود عربوں نے عراق پر قابض ہو کر اپنی ریاستیں قائم کیں؛ چنانچہ فرماں روایان یمن کے علاوہ قبیلہ معد بن عدنان نے عراق میں آباد ہو کر ایک مستقل حکومت قائم کرلی اور اس کے ایک فرماں روا عمر بن عدی نے خیرہ کو دارالسلطنت قرار دیا۔

گوشاہان عجم نے حیرہ کی عربی سلطنت کو زیادہ دنوں تک آزاد نہیں رہنے دیا اور بالآخر اپنی سلطنت کا ایک جزو بنالیا تاہم عمر بن عدی کا خاندان مدتوں ایک باجگذار رئیس کی حیثیت سے عراق پر حکمراں رہا اور اس تقریب سے بہت سے عربی قبائل وقتاً فوقتاً اسی سرزمین میں آباد ہوتے رہے، غرض عرب و ایران کے تعلقات نہایت قدیم تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد تک باہم چھیڑ چھاڑ چلی آتی تھی؛ چنانچہ جنگ ذی قار میں جو ایرانیوں اور عربوں کی ایک عظیم الشان قومی جنگ تھی جب ایرانیوں نے شکست کھائی۔ [۱]

تو آپ نے فرمایا:

یہ پہلا دن ہے کہ عرب نے عجم سے بدلہ لیا"

اسی طرح ۶ ھ میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بادشاہوں کو دعوت اسلام کے خطوط لکھے تو پرویز شہنشاہ ایران نے اسی قدیم قومی عناد کی بنا پر نامہ مبارک کو پھاڑ کر پھینک دیا اور برہم ہو کر کہا "میرا غلام ہو کر مجھے یوں لکھتا ہے۔ [۲]

رومی سلطنت سے بھی عربوں کا نہایت دیرینہ تعلق تھا، عرب کے بہت سے قبائل مثلاً سلیح، غسان وجذام وغیرہ شام کے سرحدی اضلاع میں جا کر آباد ہو گئے تھے اور رفتہ رفتہ عیسائی مذہب قبول کر کے ملک شام میں بڑی بڑی ریاستیں قائم کرلی تھیں اور اسی مذہبی تعلق کے باعث ان کو رومیوں کے ساتھ ایک قسم کی یگانگت ہوگئی تھی، اسلام کا زمانہ آیا تو مشرکین عرب کی طرح حدود شام کے عرب عیسائیوں نے بھی مخالفت ظاہر کی اور ۶ ھ میں حضرت دحیہ کلبی ؓ قیصر روم کو دعوت اسلام کا

۱۔ عقد الفرید جلد ۳:۸۱

۲۔ تاریخ طبری صفحہ : ۱۵۷۲ ابوجعفر محمد بن جریر

پیغام دے کر واپس آرہے تھے تو شامی عربوں نے ان کا مال واسباب لوٹ لیا۔ [۱]
اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد حارث بن عمیرؓ کو بصریٰ کے حاکم عمر بن شرجیل نے قتل کرادیا ۸ھ میں غزوہ موتہ اسی قتل و غارتگری کا انتقام تھا جس میں بڑے بڑے صحابہ کام آئے۔ [۲]

۹ھ میں رومیوں نے خاص مدینہ پر فوج کشی کی تیاریاں کی تھیں؛ لیکن جب خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیش قدمی کر کے مقام تبوک تک پہنچ گئے تو ان کا حوصلہ پست ہو گیا اور عارضی طور پر لڑائی رک گئی، تاہم مسلمانوں کو ہمیشہ شامی عربوں اور رومیوں کا خطرہ دامن گیر تھا؛ چنانچہ ۱۱ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی حفظ ماتقدم کے خیال سے حضرت اسامہ بن زیدؓ کو شام کی مہم پر مامور فرمایا تھا۔

ان واقعات سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ عرب ہمیشہ سے اپنی دونوں ہمسایہ سلطنتوں میں ہدف بنا ہوا تھا، خصوصاً اسلام کی روز افزوں ترقی نے انہیں اور بھی مشکوک کر دیا تھا جو اس عربی نونہال کے لئے حد درجہ خطرناک تھا، خلیفہ اول نے ان ہی اسباب کی بنا پر اندرونی جھگڑوں سے فراغت پاتے ہی بیرونی دشمنوں سے مقابلہ کی تیاریاں شروع کر دیں۔

مہم عراق

اس زمانہ میں ایرانی سلطنت انقلاب حکومت وطوائف الملوکی کے باعث اپنی اگلی عظمت وشان کو کھو چکی تھی، یزدگرد شہنشاہ ایران نابالغ تھا اور عورت پوران دخت اس کی طرف سے تخت کیانی پر متمکن تھی، عراق کے وہ عربی قبائل جو ایرانی حکومت کا تختہ مشق رہ چکے تھے ایسے موقعوں سے فائدہ اٹھانے کے منتظر تھے چنانچہ موقع پا کر نہایت زور و شور کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے اور قبیلہ

۱۔ اسد الغابہ تذکرہ دحیہ بن خلیفہ کلبی
۲۔ طبقات ابن سعد حصہ مغازی ص ۹۲

وائل کے دوسردار متنیٰ شیبانی وسوید عملی نے تھوڑی تھوڑی سی حمیت بہم پہنچا کہ وہ واہلہ کے نواح میں غارت گری شروع کردی۔

مثنیٰ اسلام لا چکے تھے انہوں نے دیکھا کہ وہ تنہا اس عظیم الشان حکومت کا مقابلہ نہیں کرسکتے اس لئے بارگاہ خلافت میں حاضر ہوکر باقاعدہ فوج کشی کی اجازت حاصل کی اور اپنے تمام قبیلہ کو لے کر ایرانی سرحد میں گھس گئے، اس وقت تک حضرت خالد بن ولیدؓ مدعیان نبوت ومرتدین کی بیخ کمنی سے فارغ ہوچکے تھے، اس لئے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان کو ایک جمعیت کے ساتھ مثنیٰ کی کمک پر روانہ فرمایا۔

حضرت خالد بن ولیدؓ نے پہنچنے کے ساتھ ہی جنگ کی صورت بدل دی اور بانقیا، کسکر وغیرہ فتح کرتے ہوئے شاہان عجم کے حدود میں داخل ہوگئے، یہاں شاہ جاپان سے مقابلہ کیا اور اس کو شکست دی، پھر حیرہ کے بادشاہ نعمان سے جنگ آزما ہوئے۔

نعمان ہزیمت اٹھا کر مدائن بھاگ گیا، یہاں سے خورلق پہنچے؛ لیکن اہل خورلق نے مصلحت اندیشی کو راہ دے کر ستر ہزار یا ایک لاکھ درہم خراج پر مصالحت کرلی غرض اس طرح حیرہ کا پورا علاقہ زیر نگیں ہوگیا۔[۱]

حملہ شام

مہم عراق کا ابھی آغاز ہی ہوا تھا کہ دوسری طرف سرحد شام پر جنگ چھڑ گئی حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ۱۳ھ میں صحابہ کرامؓ سے مشورہ لینے کے بعد شام پر کئی طرف سے لشکر کشی کا انتظام کیا اور ہر ایک علاقہ کے لئے علیحدہ علیحدہ فوج مقرر کردی؛ چنانچہ حضرت ابوعبیدہؓ حمص پر یزید بن ابی سفیانؓ دمشق پر، شرجیل بن حسنہ اردن پر اور عمرو بن العاصؓ فلسطین پر مامور ہوئے، مجاہدین کی مجموعی تعداد ۲۷۰۰۰ تھی، ان سرداروں کو سرحد سے نکلنے کے بعد قدم قدم پر رومی جتھے ملے جن کو

۱۔ تاریخ یعقوبی ج ۲: ۱۴۷، یہ سلاطین ایرانی حکومت کے باجگذار تھے

قیصر نے پہلے ہی سے الگ الگ ایک ایک سردار کے مقابلہ میں متعین کر دیا تھا، یہ دیکھ کر افسران اسلام نے اپنی کل فوجوں کو ایک جگہ جمع کر لیا اور بارگاہ خلافت کو غنیم کی غیر معمولی کثرت کی اطلاع دے کر مزید کمک کے لئے لکھا چونکہ اس وقت دار الخلافت میں کوئی فوج موجود نہ تھی، اس لئے حضرت ابوبکرؓ کو نہایت انتشار ہوا اور اسی وقت حضرت خالد بن ولید کو لکھا کہ مہم عراق کی باگ مثنیٰ کے ہاتھ میں دے کر شام کی طرف روانہ ہو جائیں، یہ فرمان پہنچتے ہی حضرت خالدؓ ایک جمعیت کے ساتھ شامی رزم گاہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ [۱]

حضرت خالد بن ولیدؓ کو راہ میں بہت سی چھوٹی چھوٹی لڑائیاں لڑنی پڑیں؛ چنانچہ جب حیرہ کے علاقہ سے روانہ ہو کر عین التمر پہنچے تو وہاں خود کسریٰ ایک فوج سدراہ ہوئی، عقبہ بن ابی ہلال التمر ی اس فوج کا سپہ سالار تھا، حضرت خالدؓ نے عقبہ کو قتل کر کے اس کی فوج کو ہزیمت دی، وہاں سے آگے بڑھے تو ہذیل بن عمران کی زیر سیادت بنی تغلب کی ایک جماعت نے مبارز طلبی کی، ہذیل مارا گیا اور اس کی جماعت کے بہت سے لوگ قید کر کے مدینہ روانہ کئے گئے، پھر یہاں سے انبار پہنچے اور انبار سے صحرا طے کر کے تدمر میں خیمہ زن ہوئے، اہل تدمر نے بھی پہلے قلعہ بند ہو کر مقابلہ کیا، پھر مجبور ہو کر مصالحت کر لی، تدمر سے گزر کر حوران آئے، یہاں بھی سخت جنگ پیش آئی، اسے فتح کر کے شام کی اسلامی مہم سے مل گئے اور متحدہ قوت سے بصری، فحل اور اجنادین کو مسخر کر لیا، اجنادین کی جنگ نہایت شدید تھی اس میں بہت سے مسلمان شہید ہوئے ؛لیکن انجام کار میدان مسلمانوں ہی کے ہاتھ رہا اور جمادی الاول ۱۳ھ سے اجناء دین ہمیشہ کے لئے اسلام کا زیر نگیں ہو گیا۔ [۲]

اجناء دین سے بڑھ کر اسلامی فوجوں نے دمشق کا محاصرہ کر لیا؛ لیکن اس کے مفتوح ہونے سے پہلے ہی خلیفہ اول نے داعی اجل کو لبیک کہا، اس لئے اس کی تفصیل فتوحات فاروقی کے سلسلہ میں

۱۔ تاریخ طبری و رفتوح الشام بلاذری ۱۱۶ محمد بن جریر

۲۔ تاریخ یعقوبی ج ۲ : ۱۵۱

آ ئے گی۔

متفرق فتوحات

عراق اور شام کی لشکر کشی کے علاوہ حضرت عثمان بن ابی العاص کو توج روانہ کیا گیا، انہوں نے توج، مکران اور اس کے آس پاس کے علاقوں کو زیر نگیں کر کے اسلامی مملکت میں شامل کر لیا، اسی طرح حضرت علاء بن حضرمیؓ زارہ پر مامور ہوئے انہوں نے زارہ اور اس کے اطراف کو زیر نگیں کر کے اس قدر مال غنیمت مدینہ روانہ کیا کہ خلیفہ اول نے اس میں سے مدینہ منورہ کے ہر خاص و عام مرد، عورت، شریف و غلام کو ایک ایک دینار تقسیم فرمایا۔[۱]

مرض الموت استخلاف حضرت عمر فاروقؓ

حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کو ابھی صرف سوا دو برس ہوئے تھے اور اس قلیل عرصہ میں مدعیان نبوت ، مرتدین اور منکرین زکوۃ کی سرکوبی کے بعد فتوحات کی ابتداء ہی ہوئی تھی کہ پیام اجل پہنچ گیا، حضرت عائشہؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن جب کہ موسم نہایت سرد و خنک تھا، آپ نے غسل فرمایا غسل کے بعد بخار آ گیا اور مسلسل پندرہ دن تک شدت کے ساتھ قائم رہا، اس اثناء میں مسجد میں تشریف لانے سے بھی معذور ہو گئے؛ چنانچہ آپ کے حکم سے حضرت عمرؓ امامت کی خدمت کے فرائض انجام دیتے تھے۔

مرض جب روز بروز بڑھتا گیا اور افاقہ سے مایوسی ہوتی گئی تو صحابہ کرامؓ کو بلا کر جانشینی کے متعلق مشورہ کیا اور حضرت عمرؓ کا نام پیش کیا، حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے کہا عمرؓ کے اہل ہونے میں کس کو شبہ ہو سکتا ہے؛ لیکن وہ کسی قدر متشدد ہیں'' حضرت عثمانؓ نے کہا'' میرے خیال میں عمرؓ کا باطن ظاہر سے اچھا ہے'' لیکن بعض صحابہؓ کو حضرت عمرؓ کے تشدد کے باعث پس و پیش تھی؛ چنانچہ

۱۔ تاریخ یعقوبی ج ۲ : ۱۵۱

حضرت طلحہ عیادت کے لئے آئے تو شکایت کی کہ آپ عمرؓ کو خلیفہ بنانا چاہتے ہیں، حالانکہ جب آپ کے سامنے وہ اس قدر متشدد تھے تو خدا جانے آئندہ کیا کریں گے؟ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جواب دیا" جب ان پر خلافت کا بار پڑے گا تو ان کو خود نرم ہونا پڑے گا۔"اسی طرح ایک دوسرے صحابی نے کہا، آپ عمرؓ کے تشدد سے واقف ہونے کے باوجود ان کو جانشین کرتے ہیں، ذرا سوچ لیجئے آپ خدا کے یہاں جارہے ہیں وہاں کیا جواب دیجئے گا۔"فرمایا" میں عرض کروں گا خدایا میں نے تیرے بندوں میں سے اس کو منتخب کیا ہے جو ان میں سب سے اچھا ہے۔

غرض سب کی تشفی کردی اور حضرت عثمانؓ کو بلا کر عہد نامہ خلافت لکھوانا شروع کیا، ابتدائی الفاظ لکھے جاچکے تھے غش آ گیا، حضرت عثمانؓ نے یہ دیکھ کر حضرت عمرؓ کا نام اپنی طرف سے بڑھادیا، تھوڑی دیر کے بعد ہوش آیا تو حضرت عثمانؓ سے کہا کہ پڑھ کر سناؤ، انہوں نے پڑھا تو بے ساختہ اللہ اکبر پکار اٹھے اور کہا خدا تمہیں جزائے خیر دے تم نے میرے دل کی بات لکھ دی، غرض عہد نامہ مرتب ہو چکا تو اپنے غلام کو دیا کہ مجمع عام میں سنادے اور خود بالاخانہ پر تشریف لے جا کر تمام حاضرین سے فرمایا کہ میں نے اپنے عزیز بھائی کو خلیفہ مقرر نہیں کیا ہے؛ بلکہ اس کو منتخب کیا ہے جو تم لوگوں میں سب سے بہتر ہے، تمام حاضرین نے اس حسن انتخاب پر سمعنا وطعنا کہا، اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت عمرؓ کو بلا کر نہایت مفید نصیحتیں کیں جو ان کی کامیاب خلافت کے لئے نہایت عمدہ دستور العمل ثابت ہوئیں۔ [۱]

اس فرض سے فارغ ہونے کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے ذاتی اور خانگی امور کی طرف توجہ کی، حضرت عائشہؓ کو انہوں نے مدینہ یا بحرین کے نواح میں اپنی جاگیر دیدی تھی؛ لیکن خیال آیا کہ اس سے دوسرے وارثوں کی حق تلفی ہوگی، اس لئے فرمایا" جان پدر! افلاس وامارت دونوں حالتوں میں تم مجھے سب سے زیادہ محبوب رہی ہو؛ لیکن جو جاگیر میں نے تمہیں دی ہے، کیا تم اس

۱۔ طبقات ابن سعد قسم اول ج ۳ وصیت ابوبکرؓ ص ۴۲

میں اپنے بھائی بہنوں کو شریک کرلو گی؟" حضرت عائشہؓ نے حامی بھرلی تو آپؓ نے بیت المال کے قرض کی ادائیگی کے لئے وصیت فرمائی اور کہا کہ ہمارے پاس مسلمانوں کے مال میں سے ایک لونڈی اور دو اونٹنیوں کے سوا کچھ نہیں، عائشہؓ! میرے مرتے ہی یہ عمرؓ کے پاس بھیج دی جائیں؛ چنانچہ یہ تمام چیزیں حضرت عمرؓ کے پاس بھیج دی گئیں۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپ نے یہ بھی کہا تھا کہ میری تجہیز وتکفین سے فارغ ہوکر دیکھنا کوئی اور چیز تو نہیں رہ گئی ہے، اگر ہو تو اس کو بھی عمرؓ کے پاس بھیج دینا، گھر کا جائزہ لیا گیا تو بیت المال کی کوئی اور چیز کا شانۂ صدیقی سے برآمد نہیں ہوئی۔ [۱]

تجہیز وتکفین کے متعلق فرمایا کہ اس وقت جو کپڑا بدن پر ہے اسی کو دھوکر دوسرے کپڑوں کے ساتھ کفن دینا، عائشہ نے عرض کیا کہ یہ تو پرانا ہے، کفن کے لئے نیا ہونا چاہئے، فرمایا" زندے مردوں کی بہ نسبت نئے کپڑوں کے زیادہ حق دار ہیں میرے لئے یہی پھٹا پرانا بس ہے۔

اس کے بعد پوچھا آج دن کون سا ہے؟ لوگوں نے جواب دیا دوشنبہ پھر پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال کس روز ہوا تھا؟ کہا گیا کہ دوشنبہ کے روز" فرمایا تو پھر میری آرزو ہے کہ آج ہی رات تک اس عالم فانی سے رحلت کرجاؤں" چنانچہ یہ آخری آرزو بھی پوری ہوئی، یعنی دوشنبہ کا دن ختم کر کے منگل کی رات کو تریسٹھ برس کی عمر میں اواخر جمادی الاول ۱۳ھ کو رہ گزین عالم جاوداں ہوئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

وصیت کے مطابق رات ہی کے وقت تجہیز وتکفین کا سامان کیا گیا، آپ کی زوجہ محترمہ حضرت اسماء بنت عمیسؓ نے غسل دیا، حضرت عمر فاروقؓ نے جنازہ کی نماز پڑھائی؛ حضرت عثمانؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرؓ اور حضرت عمر فاروقؓ نے قبر میں اتارا اور اس طرح سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا رفیق زندگی آپ کے پہلو میں مدفون ہوکر دائمی رفاقت کے لئے جنت میں پہنچ

۱۔ طبقات ابن سعد ق اجلد ۳ ص ۱۳۶

گیا۔[۱]

صدیقی کارنامے

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی زندگی عظیم الشان کارناموں سے لبریز ہے، خصوصاً انہوں نے سوا دوبرس کی قلیل مدت خلافت میں اپنے مساعی جمیلہ کے جولازوال نقش ونگار چھوڑے وہ قیامت تک محونہیں ہوسکتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سرزمین عرب ایک دفعہ پھر ضلالت وگمراہی کا گہوارہ بن گئی تھی، مورخ طبری کا بیان ہے کہ قریش وثقیف کے سوا تمام عرب اسلام کی حکومت سے باغی تھا، مدعیان نبوت کی جماعتیں علیحدہ علیحدہ ملک میں شورش برپا کررہی تھیں، منکرین زکوٰۃ مدینہ منورہ لوٹنے کی دھمکی دے رہے تھے، غرض خورشید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے غروب ہوتے ہی شمع اسلام کے چراغ سحری بن جانے کا خطرہ تھا؛ لیکن جانشین رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی روشن ضمیری، سیاست اور غیر معمولی استقلال کے باعث نہ صرف اس کوگل ہونے سے محفوظ رکھا ؛ بلکہ پھر اسی مشعل ہدایت سے تمام عرب کو منور کردیا، اس لئے حقیقت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اسلام کو جس نے دوبارہ زندہ کیا اور دنیائے اسلام پر سب سے زیادہ جس کا احسان ہے وہ یہی ذات گرامی ہے۔

اس میں شک نہیں کہ خلیفہ دوم کے عہد میں بڑے بڑے کام انجام پائے، مہمات امور کا فیصلہ ہوا، یہاں تک کہ روم وایران کے دفتر الٹ دیئے گئے، تاہم اس کی داغ بیل کس نے ڈالی؟ ملک میں یہ اولوالعزمانہ روح کب پیدا ہوئی؟ خلافت الٰہیہ کی ترتیب وتنظیم کا سنگ بنیاد کس نے رکھا؟ اور سب سے زیادہ یہ کہ خود اسلام کو گرداب فنا سے کس نے بچایا؟ یقیناً ان تمام سوالوں کے جواب میں صرف صدیق اکبرؓ ہی کا نام نامی لیا جاسکتا ہے اور دراصل وہی اس کے مستحق ہیں، اس لئے اب ہم کو دیکھنا چاہئے کہ عہد صدیقی کی وہ کون سی داغ بیل تھی جس پر عہد فاروقی میں اسلام کی رفیع

۱۔ طبقات ابن سعد باب ابوبکر صدیقؓ

الشان عمارت تعمیر کی گئی۔

نظام خلافت

اسلام میں خلافت یا جمہوری حکومت کی بنیاد سب سے پہلے حضرت ابو بکرؓ نے ڈالی؛ چنانچہ خود ان کا انتخاب بھی جمہور کے انتخاب سے ہوا تھا اور عملاً جس قدر بڑے بڑے کام انجام پائے سب میں کبار صحابہؓ رائے ومشورہ کی حیثیت سے شریک تھے یہی وجہ ہے کہ انہوں نے صاحب رائے وتجربہ کار صحابہؓ کو بھی دار الخلافت سے جدا نہ ہونے دیا، حضرت اسامہؓ کی مہم میں حضرت عمرؓ کو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نامزد کیا تھا؛ لیکن انہوں نے حضرت اسامہؓ کو راضی کیا کہ حضرت عمرؓ کو رائے مشورہ میں مدد دینے کے لئے چھوڑ جائیں۔ [۱]

شام پر لشکر کشی کا خیال آیا تو پہلے اس کو صحابہؓ کی ایک جماعت میں مشورہ کے لئے پیش کیا، ان لوگوں کو ایسے اہم اور خطرناک کام چھوڑنے میں پس وپیش تھا؛ لیکن حضرت علیؓ نے موافق رائے دی۔ [۲]

اور پھر اسی پر اتفاق ہوا اور اسی طرح منکرین زکوۃ کے مقابلہ میں جہاد، حضرت عمرؓ کے استخلاف اور تمام دوسرے اہم معاملات میں اہل الرائے صحابہؓ کی رائے دریافت کرلی گئی تھی، البتہ عہد فاروقی کی طرح اس وقت مجلس شوریٰ کا باقاعدہ نظام نہ تھا؛ تاہم جب کوئی امر اہم پیش آجاتا تو ممتاز مہاجرین وانصار جمع کئے جاتے تھے اور ان سے رائے لی جاتی تھی؛ چنانچہ ابن سعد کی روایت ہے:

''جب کوئی امر پیش آتا تھا تو حضرت ابو بکر صدیقؓ اہل الرائے وفقہائے صحابہ سے مشورہ لیتے تھے اور مہاجرین وانصار میں سے چند ممتاز لوگوں یعنی عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، عبد الرحمن بن عوفؓ، معاذ

۱۔ طبقات بن سعد حصہ مغازی

۲۔ طبقات ابن سعد قسم ۲ جز ۲: ۱۰۹

بن جبلؓ، ابی بن کعبؓ اور زید بن ثابتؓ کو بلاتے تھے، یہ سب حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت میں فتوے بھی دیتے تھے۔" [۱]

ملکی نظم ونسق

نوعیت حکومت کے بعد سب سے ضروری چیز ملک کے نظم ونسق کو بہترین اصول پر قائم کرنا، عہدوں کی تقسیم اور عہدیداروں کا صحیح انتخاب ہے، حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں بیرونی فتوحات کی ابھی ابتدا ہوئی تھی اس لئے ان کے دائرہ حکومت کو صرف عرب پر محدود سمجھنا چاہیے، انہوں نے عرب کو متعدد صوبوں اور ضلعوں پر تقسیم کردیا تھا؛ چنانچہ مدینہ، مکہ، طائف، صنعا، نجران، حضرموت، بحرین اور دومۃ الجندل علیحدہ علیحدہ صوبے تھے۔ [۲] ہر صوبہ میں ایک عامل ہوتا تھا جو ہر قسم کے فرائض انجام دیتا تھا، البتہ خاص دارالخلافہ میں تقریباً اکثر صیغوں کے الگ الگ عہدہ دار مقرر کئے گئے تھے، مثلاً حضرت ابوعبیدہؓ شام کی سپہ سالاری سے پہلے افسر مال تھے، حضرت عمرؓ قاضی تھے اور حضرت عثمانؓ وحضرت زید بن ثابتؓ دربار خلافت کے کاتب تھے۔ [۳]

عاملوں اور عہدہ داروں کے انتخاب میں حضرت ابوبکرؓ نے ہمیشہ ان لوگوں کو ترجیح دی جو عہد نبوت میں عامل یا عہدہ دار رہ چکے تھے اور ان سے ان ہی مقامات میں کام لیا جہاں وہ پہلے کام کرچکے تھے، مثلاً عہد نبوت میں مکہ پر عتاب بن اسیدؓ، طائف پر عثمان بن ابی العاصؓ، صنعاء پر مہاجر بن امیہؓ، حضرموت پر زیاد بن لبیدؓ اور بحرین پر علاء بن الحضرمیؓ مامور تھے، اس لئے خلیفہ

۱۔ طبقات ابن سعد قسم ۲ جز ۲:۱۰۹

۲۔ تاریخ طبری:۲۱۳۲ ۲ محمد بن جریر

۳۔ تاریخ طبری:۲۱۳۵ ۲ محمد بن جریر

اول نے بھی ان مقامات پر ان ہی لوگوں کو برقرار رکھا۔ [۱]

حضرت ابوبکرؓ جب کسی کو کسی ذمہ داری کے عہدہ پر مامور فرماتے تو عموماً بلا کر اس کے فرائض کی تشریح کر دیتے اور نہایت مؤثر الفاظ میں سلامت روی وتقویٰ کی نصیحت فرماتے؛ چنانچہ عمرو بن العاصؓ اور ولید بن عقبہؓ کو قبیلہ قضاعہ پر محصل صدقہ بنا کر بھیجا تو ان الفاظ میں نصیحت فرمائی:

خلوت وجلوت میں خوف خدا رکھو، جو خدا سے ڈرتا ہے وہ اس کے لئے ایسی سبیل اور اس کے رزق کا ایسا ذریعہ پیدا کر دیتا ہے جو کسی کے گمان میں نہیں آ سکتا، جو خدا سے ڈرتا ہے وہ اسکے گناہ معاف کر دیتا ہے اور اس کا اجر دوبالا کر دیتا ہے، بیشک بندگان خدا کی خیر خواہی بہترین تقویٰ ہے، تم خدا کی ایک ایسی راہ میں ہو جس میں افراط تفریط اور ایسی چیزوں سے غفلت کی گنجائش نہیں جس میں مذہب کا استحکام اور خلافت کی حفاظت مضمر ہے اسی لئے سستی وتغافل کو راہ نہ دینا''

اسی طرح یزین بن سفیان کو مہم شام کی امارت سپرد کی تو فرمایا:

اے یزید! تمہاری قرابت داریاں ہیں، شاید تم ان کو اپنی امارت سے فائدہ پہنچاؤ، درحقیقت یہی سب سے بڑا خطرہ ہے جس سے میں ڈرتا ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو کوئی مسلمانوں کا حاکم مقرر ہو اور ان پر کسی کو بلا استحقاق رعایت کے طور پر افسر بنا دے تو اس پر خدا کی لعنت ہو، خدا اس کا کوئی عذر اور فدیہ قبول نہ فرمائیگا، یہاں تک کہ اس کو جہنم میں داخل کرے۔ [۲]

حکام کی نگرانی

کسی حکومت کا قانون وآئین گو کیسا ہی مرتب ومنتظم ہو؛ لیکن اگر ذمہ دار حکام کی نگرانی اور ان پر نکتہ چینی کا اہتمام نہ ہو تو یقیناً تمام نظام درہم برہم ہو جائے گا یہی وجہ ہے کہ خلیفہ اول کو اپنی فطری

۱۔ تاریخ طبری: ۲۰۸۳ محمد بن جریر

۲۔ مسند احمد جلد 1 صفحہ 6

نرم دلی، تساہل اور چشم پوشی کے باوجود اکثر موقعوں پر تشدد، احتساب اور نکتہ چینی سے کام لینا پڑا، ذاتی معاملات میں رفق و ملاطفت ان کا خاص شیوہ تھا؛ لیکن انتظام ومذہب میں اس قسم کی مداہنت کو کبھی روانہ رکھتے تھے؛ چنانچہ حکام سے جب کبھی کوئی نازیبا امر سرزد ہوجاتا تو نہایت سختی کے ساتھ چشم نمائی فرماتے، یمامہ کی جنگ میں مجاعہ حنفی نے جو مسیلمہ کا سپہ سالار تھا، حضرت خالد بن ولیدؓ کو دھوکہ دے کر مسیلمہ کی تمام قوم کو مسلمانوں کے پنجۂ اقتدار سے بچالیا، حضرت خالد بن ولیدؓ نے اس غداری پر اسے سزا دینے کے بجائے اس کی لڑکی سے شادی کرلی، چونکہ اس جنگ میں بہت سے صحابہ شہید ہوئے تھے، اس لئے ابوبکر صدیقؓ نے حضرت خالدؓ کی اس مسامحت پر سخت ناراضگی ظاہر کرتے ہوئے لکھا:

یعنی تمہارے خیمہ کی طناب کے پاس مسلمانوں کا خون بہہ رہا ہے اور تم عورتوں کے ساتھ عیش و عشرت میں مصروف ہو"۔ [۱]

مالک بن نویرہ منکر زکوٰۃ تھا، حضرت خالد بن ولیدؓ اس کی تنبیہ پر مامور ہوئے؛ لیکن انہوں نے زبانی ہدایت سے پہلے ہی اس کو قتل کرڈالا، مالک کا بھائی شاعر تھا اس نے اس کا نہایت پردرد مرثیہ لکھا اور ظاہر کیا کہ وہ تائب ہونے کے لئے تیار تھا مگر خالد نے محض ذاتی عداوت سے قتل کردیا، دربارِ خلافت تک اس کی اطلاع پہنچی تو اس غلطی پر حضرت خالدؓ سخت موردِ عتاب ہوئے ؛لیکن وہ جو کام کررہے تھے اس کے لئے کوئی دوسرا ان سے زیادہ موزوں نہ تھا اس لئے اپنے عہدہ پر برقرار رکھے گئے۔ [۲]

تعزیر وحدود

حضرت ابوبکر صدیقؓ ذاتی طور پر مجرموں کے ساتھ نہایت ہمدردانہ برتاؤ کرتے تھے؛ چنانچہ عہد

۱۔ تاریخ یعقوبی، ج ۲: ۱۴۸

۲۔ تاریخ یعقوبی، ج ۲: ۱۴۹

نبوت میں قبیلہ اسلم کے ایک شخص نے ان کے سامنے بدکاری کا اعتراف کیا تو بولے"تم نے میرے سوااور کسی سے بھی اسکا تذکرہ کیا ہے؟"اس نے کہا،نہیں،فرمایا خدا سے توبہ کرواور اس راز کو پوشیدہ رکھ،خدا بھی اس کو چھپائے گا،کیونکہ وہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے۔اگر اس نے ان کے مشورے پر عمل کیا ہوتا تو رجم سے بچ جاتا،لیکن خود دربار رسالت میں آکر اس نے متواتر چار دفعہ اقرار جرم کیا اور بخوشی سنگسار ہوا۔[۱]

زمانہ خلافت میں بھی ان کی یہ طبعی ہمدردی قائم رہی؛چنانچہ اشعث بن قیس جو مدعیٔ نبوت تھا جب گرفتار ہوکر آیا اور توبہ کرکے جان بخشی کی درخواست کی تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے نہ صرف اس کو رہا کردیا؛بلکہ اپنی ہمشیرہ حضرت ام فردہؓ سے اس کا نکاح کردیا۔[۲]

لیکن سیاسی حیثیت سے خلیفۂ وقت کا سب سے پہلا فرض قوم کی اخلاقی نگرانی اور رعایا کے جان ومال کی حفاظت ہے اور اس حیثیت سے اگرچہ انہوں نے پولیس واحتساب کا کوئی مستقل محکمہ قائم نہیں کیا ؛ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ان کی جو حالت تھی وہی قائم رکھی،البتہ اس قدر اضافہ کیا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو پہرہ داری کی خدمت پر مامور فرمایا اور بعض جرائم کی سزائیں متعین کردیں مثلاً حد خمر کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز عمل مختلف تھا؛لیکن حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے دور خلافت میں شرابی کے لئے چالیس دُرّے کی سزا لازمی کردی۔[۳]

ان کو ملک میں امن وامان اور شاہراؤں کو محفوظ و بےخطر رکھنے کا حد درجہ خیال رہتا تھا اور جو کوئی اس میں رخنہ انداز ہوتا تھا اس کو نہایت عبرت انگیز سزائیں دیتے تھے؛چنانچہ اس زمانہ میں عبداللہ بن ایاس سلمٰی مشہور راہزن تھا جس نے تمام ملک میں ایک غدر برپا کررکھا تھا،حضرت

۱۔ابوداؤد کتاب الحدود صحیح

۲۔الترغیب والترہیب،جلد ۳،۱۱۶:بحوالہ ابن الدنیا

۳۔مسند ابن حنبل ج ۱:۴

ابوبکرؓ نے طریفہ بن حاجر کو بھیج کر نہایت اہتمام کے ساتھ اس کو گرفتار کرایا، اور آگ میں جلانے کا حکم دیا؛ لیکن اسی کے ساتھ حدودِ شریعت سے تجاوز کسی حالت میں جائز نہیں رکھتے تھے اور ان موقعوں پر ان کا طبعی حلم وکرم صاف نمایاں ہوجاتا تھا۔

چنانچہ ایک دفعہ حضرت مہاجر بن امیہؓ نے جو یمامہ کے امیر تھے، دوگانے والی عورتوں کو اس جرم پر کہ ان میں سے ایک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو گاتی تھی اور دوسری مسلمانوں کو برا کہتی تھی، یہ سزا دی کہ ان کے ہاتھ کاٹ ڈالے اور دانت اکھڑوا ڈالے، حضرت ابوبکرؓ کو معلوم ہوا تو انہوں نے اس سزا پر سخت برہمی ظاہر فرمائی اور لکھا کہ بے شک انبیاء کا سب وشتم ایک نہایت قبیح جرم ہے اور اگر سزا میں تم عجلت نہ کرتے تو میں قتل کا حکم دیتا کیونکہ وہ اگر مدعی اسلام ہے تو گالی دینے سے مرتد ہوگئی اور اگر ذمیہ تھی تو اس نے خلاف عہد کیا؛ لیکن دوسری جو صرف مسلمانوں کو برا کہتی تھی اس کو کوئی سزا نہ دینا چاہئے تھی، کیونکہ اگر وہ مسلمان عورت ہے تو اس کے لئے معمولی تنبیہ وتادیب کافی تھی اور اگر ذمیہ ہے تو جب میں نے اس کے شرک سے جو سب سے بڑا گناہ ہے درگزر کیا تو مسلمانوں کو برا کہنے کی کیا سزا ہوسکتی ہے؟ بہرحال یہ تمہاری پہلی خطا نہ ہوتی تو تمہیں اس کا خمیازہ اٹھانا پڑتا، دیکھو! مثلہ سے ہمیشہ محترز رہو، یہ نہایت نفرت انگیز گناہ ہے، مجبوراً صرف قصاص میں مباح ہے۔ [۱]

مالی انتظامات

عہد نبوت میں صیغہ مال کا کوئی باقاعدہ محکمہ نہ تھا؛ بلکہ مختلف ذرائع سے جو رقم آتی تھی اسی وقت تقسیم کردی جاتی تھی، حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں بھی یہی انتظام قائم رہا؛ چنانچہ انہوں نے پہلے سال ہر ایک آزاد، غلام مرد، عورت اور ادنیٰ واعلیٰ کو بلا تفریق دس دس درہم عطا کئے، دوسرے سال آمدنی زیادہ ہوئی تو بیس بیس درہم مرحمت فرمائے، ایک شخص نے اس مساوات پر اعتراض

۱۔ تاریخ الخلفاء: ۱۶۹ امام جلال الدین سیوطی

کیا تو فرمایا کہ فضل ومنقبت اور چیز ہے، اسکو رزق کی کمی بیشی سے کیا تعلق ہے؟ [١]
البتہ اس پر اس قدر اضافہ کیا کہ اخیر عہد حکومت میں ایک بیت المال تعمیر کرایا؛ لیکن اس میں کبھی کسی بڑی رقم کے جمع کرنے کا موقع نہ آیا، اسی لئے بیت المال کی حفاظت کا کوئی انتظام نہ تھا، ایک دفعہ کسی نے کہا کہ یا خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ بیت المال کی حفاظت کے لئے کوئی محافظ کیوں نہیں مقرر فرماتے؟ فرمایا اس کی حفاظت کے لئے ایک قفل کافی ہے۔ [٢]
خلفیہ اول کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ نے حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت عثمانؓ اور دوسرے صحابہ کو ساتھ لے کر مقام سخ میں بیت المال کا جائزہ لیا تو صرف ایک درہم برآمد ہوا، لوگوں نے کہا "خدا ابوبکرؓ پر رحم کرے" اور بیت المال کے خزانچی کو بلا کر پوچھا کہ شروع سے اس وقت تک خزانہ میں کس قدر مال آیا ہوگا؟ اس نے کہا "دولاکھ دینار۔ [٣]

فوجی نظام

عہد نبوت میں کوئی باضابطہ فوجی نظام نہ تھا؛ بلکہ جب ضرورت پیش آتی تو صحابہ کرام خود ہی شوق سے علم جہاد کے نیچے جمع ہوجاتے تھے، حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں بھی یہی صورتحال باقی رہی؛ لیکن انہوں نے اس پر اس قدر اضافہ کیا کہ جب کوئی فوج کسی مہم پر روانہ ہوتی تو اس کو مختلف دستوں میں تقسیم کرکے الگ الگ افسر مقرر فرمادیتے چنانچہ شام کی طرف جو فوج روانہ ہوئی اس میں اسی طریقہ پر عمل کیا گیا تھا یعنی قومی حیثیت سے تمام قبائل کے افسر اور ان کے جھنڈے الگ الگ تھے، امیر الامراء کمانڈر انچیف کا نیا عہدہ بھی خلیفہ اول کی ایجاد ہے اور سب

---

[١] ۔ طبقات ابن سعد ق جلد ٣: ١٥١
[٢] ۔ طبقات ابن سعد ق جلد ٣: ١٥١
[٣] ۔ طبقات ابن سعد ق جلد ٣: ١٥٣

سے پہلے حضرت خالد بن ولیدؓ اس عہدہ پر مامور ہوئے تھے۔ [۱]

دستہ بندی ہی کا صریح فائدہ یہ ہوا کہ مجاہدین اسلام کو رومیوں کی باقاعدہ فوج کے مقابلہ میں اس سے بڑی مدد ملی، یعنی حضرت خالد بن ولید نے تعبیر کا طریقہ ایجاد کیا اور میدان جنگ میں ہر دستہ کی جگہ اور اس کا کام متعین کر دیا، اسی طرح حالت جنگ میں کسی ترتیب و نظام کے نہ ہونے سے فوج میں ابتری پھیل جاتی تھی اس کا سد باب ہو گیا۔ [۲]

فوج کی اخلاقی تربیت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا خلفائے راشدین کے عہد میں جس قدر لڑائیاں پیش آئیں وہ سب للّٰہیت اور اعلائے کلمۃ اللہ پر مبنی تھیں، اس لئے ہمیشہ کوشش کی گئی کہ اس مقصد عظیم کے لئے جو فوج تیار ہو وہ اخلاقی رفعت میں تمام دنیا کی فوجوں سے ممتاز ہو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے بھی فوجی تربیت میں اس نکتہ کو ہمیشہ ملحوظ رکھا اور جب کبھی فوج کسی مہم پر روانہ ہوتی تو خود دور تک پیادہ ساتھ گئے اور امیر عسکر کو زریں نصائح کے بعد رخصت فرمایا؛ چنانچہ ملک شام پر فوج کشی ہوئی تو سپہ سالار سے فرمایا:

تم ایک ایسی قوم کو پاؤ گے جنہوں نے اپنے آپ کو خدا کی عبادت کے لئے وقف کر دیا ہے، ان کو چھوڑ دینا، میں تم کو دس وصیتیں کرتا ہوں، کسی عورت، بچے اور بوڑھے کو قتل نہ کرنا، پھلدار درخت کو نہ کاٹنا، کسی آباد جگہ کو ویران نہ کرنا، بکری اور اونٹ کو کھانے کے سوا بے کار ذبح نہ کرنا، نخلستان نہ جلانا، مال غنیمت میں غبن نہ کرنا، اور بزدل نہ ہو جانا۔ [۳]

۱۔ فتوح البلدان: ۱۱۵

۲۔ تاریخ طبری

۳۔ تاریخ الخلفا ص ۹۶ جلال الدین سیوطی

سامان جنگ کی فراہمی

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے سامان جنگ کی فراہمی کا یہ انتظام فرمایا تھا کہ مختلف ذرائع سے جو آمدنی ہوتی تھی، اس کا ایک معقول حصہ سامان باربرداری اور اسلحہ کی خریداری پر صرف فرماتے تھے، اس کے علاوہ قرآن پاک نے مال غنیمت میں، خدا، رسول اور ذوالقربیٰ کے جو حصے قرار دیئے تھے ان کو فوجی مصارف کے لئے مقرر کر دیا تھا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ضروری مصارف کے بعد اس کو اسی کام میں لگاتے تھے۔ [۱]

اونٹ اور گھوڑوں کی پرورش کے لئے مقام بقیع میں ایک مخصوص چراگاہ تیار کرائی جس میں ہزاروں جانور پرورش پاتے تھے، مقام ربذہ میں بھی ایک چراگاہ تھی جس میں صدقہ اور زکوٰۃ کے جانور چرتے تھے۔ [۲]

فوجی چھاؤنیوں کا معائنہ

حضرت ابوبکر صدیقؓ ضعف و پیری و ہجوم افکار کے باوجود خود ہی چھاؤنیوں کا معائنہ فرماتے تھے اور سپاہیوں میں مادی یا روحانی حیثیت سے جو خرابی نظر آتی تھی ان کی اصلاح فرماتے تھے، ایک دفعہ کسی مہم کے لئے مقام جرف میں فوجیں مجتمع ہوئیں، حضرت ابوبکر صدیقؓ معائنہ کے لئے تشریف لے گئے، بنی فزارہ کے پڑاؤ میں پہنچے تو سب نے کھڑے ہو کر تعظیم کی، انہوں نے ہر ایک کو مرحبا کہا ان لوگوں نے عرض کیا" یا خلیفۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگ گھوڑوں پر خوب چڑھتے تھے اس لئے گھوڑے بھی ساتھ لائے ہیں، آپ بڑا جھنڈا ہمارے ساتھ کر دیجئے، فرمایا" خدا تمہاری ہمت و ارادہ میں برکت دے؛ لیکن بڑا جھنڈا تم کو نہیں مل سکتا کیونکہ

۱۔ کتاب الخراج: ۱۲

۲۔ کنز العمال ج ۳، ۱۳۲:

وہ بنوعبس کے حصہ میں آچکا ہے، اس پر ایک فزاری نے کھڑے ہوکر کہا "ہم لوگ عبس سے اچھے ہیں، حضرت ابوبکرؓ نے ڈانٹ کر کہا چپ احمق! تجھ سے ہر ایک عبسی اچھا ہے، بنوعبس بھی کچھ بولنا چاہتے تھے، مگر انہیں بھی ڈانٹ کر خاموش کر دیا، غرض اسی طرح چھاؤنیوں میں جا کر قبائل کے باہمی جوش ورقابت کو دبا کر اسلامی رواداری کا سبق دیتے تھے۔[۱]

بدعات کا سدباب

تمام مذاہب کے مسخ ہوجانے کی اصلی وجہ وہ بدعات ہیں جو رفتہ رفتہ جزو مذہب ہو کر اس کی اصلی صورت اس طرح بدل دیتے ہیں کہ بانیان مذہب کی صحیح تعلیم اور متبعین کی جدت طرازیاں میں امتیاز وتفریق بھی دشوار ہوجاتی ہے، حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں اگرچہ بدعات بہت کم پیدا ہوئیں تاہم جب کبھی کسی بدعت کا ظہور ہوا تو انہوں نے اس کو مٹادیا، ایک دفعہ حج کے موقع پر قبیلہ احمس کی عورت کی نسبت معلوم ہوا کہ وہ کسی سے گفتگو نہیں کرتی انہوں نے اس کی وجہ پوچھی، لوگوں نے کہا اس نے خاموش حج کا ارادہ کیا ہے، یہ سن کر اس کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا' یہ جاہلیت کا طریقہ ہے، اسلام میں جائز نہیں تم اس سے باز آؤ اور بات چیت کرو، اس نے کہا آپ کون ہیں؟ بولے ابوبکر۔

خدمت حدیث

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد میں قرآن شریف کی تدوین وترتیب کا جو کام انجام پایا اس کی تفصیل گزر چکی ہے، ایک روایت کے مطابق انہوں نے تقریبا پانچ سو حدیثیں جمع فرمائی تھی؛ لیکن وفات کے کچھ دنوں پہلے اس خیال سے ان کو ضائع کر دیا کہ شاید اس میں کوئی روایت خلاف واقعہ ہو تو یہ بار میرے سر رہ جائے گا؛ لیکن علامہ ذہبی نے اس خیال کی تغلیط کی ہے، بااین

۱۔ کنزالعمال ج ۳،: ۱۳۲

ہمہ انہوں نے احادیث کے متعلق نہایت حزم واحتیاط سے کام لیا، صحابہ کرامؓ کو جمع کر کے خاص طور سے فرمایا:

تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی حدیثیں روایت کرتے ہو جن میں تم خود ہی اختلاف رکھتے ہو، تمہارے بعد جو لوگ آئیں گے تو ان میں اور بھی سخت اختلاف واقع ہوگا، اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی روایت نہ کرو اور جو کوئی تم سے سوال کرے تو کہہ دو کہ ہمارے اور تمہارے درمیان خدا کی کتاب ہے اسکے حلال کو حلال سمجھو اور اس کے حرام کو حرام قرار دو۔ [۱]

لیکن اس سے یہ قیاس نہ کرنا چاہئے کہ انہوں نے مطلقاً روایت کا دروازہ بند کردیا؛ بلکہ ان کی غرض صرف یہ تھی کہ جب تک کسی حدیث کی صحت پر کامل یقین نہ ہو روایت نہ کرنا چاہئے؛ چنانچہ وہ خود بھی اس پر عمل پیرا تھے اور جب کسی روایت کی پوری تصدیق ہوجاتی تو بغیر پس وپیش اس کو قبول فرمالیتے تھے، ایک دفعہ دادی کی وراثت کا جھگڑا پیش ہوا، چونکہ قرآن مجید اس کے متعلق خاموش ہے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز عمل دریافت کرنا پڑا حضرت مغیرہ بن شعبہؓ موجود تھے انہوں نے کہا میں جانتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دادی کو چھٹا حصہ دیتے تھے احتیاطاً پوچھا "کوئی گواہی پیش کرسکتے ہو؟ حضرت محمد بن مسلمہؓ نے کھڑے ہوکر اس کی تصدیق کی تو اسی وقت حکم نافذ کردیا۔ [۲]

بعد کو حضرت عمرؓ نے اس اصول سے زیادہ کام لیا، آپ کے قبول حدیث کے اور بھی واقعات ہیں۔

محکمۂ افتاء

حضرت ابوبکرؓ نے مسائل فقہیہ کی تحقیق وتنقید اور عوام کی سہولت کے خیال سے افتاء کا ایک محکمہ قائم

۱۔ تذکرہ الحفاظ ج۱:۳

۲۔ تذکرہ الحفاظ ج۱:۳

کردیا تھا،حضرت عمرؓ،حضرت عثمانؓ،حضرت علیؓ،حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ،حضرت معاذ بن جبلؓ،حضرت ابی بن کعبؓ،حضرت زید بن ثابتؓ جو اپنے علم واجتہاد کے لحاظ سے تمام صحابہ میں منتخب تھے، اس خدمت پر مامور تھے،ان کے سوا اور کسی کو فتویٰ دینے کی اجازت نہ تھی حضرت عمرؓ بھی اپنے عہد خلافت میں اسی پابندی کے ساتھ اس کو قائم رکھا۔[۱]

اشاعت اسلام

نائب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے اہم فرض دین متین کی تبلیغ واشاعت ہے،حضرت ابوبکرؓ کو اس کارخیر میں شروع سے جو غیر معمولی انہماک تھا اس کا ایک اجمالی تذکرہ گزر چکا ہے، اس سے تم کو معلوم ہوا ہوگا کہ آسمان اسلام کے اخترہائے تاباں اسی خورشید صداقت کے پرتو ضیاء سے منور ہوئے ہیں، خلافت کا بار آیا تو ایک فرض کی حیثیت سے قدرۃ یہ انہماک زیادہ ترقی کر گیا،تمام عرب میں پھر نئے سرے سے اسلام کا غلغلہ بلند کردیا اور رومیوں اور ایرانیوں کے مقابلہ میں جو فوجیں روانہ فرمائیں انہیں ہدایت کردی کہ سب سے پہلے غنیم کو اسلام کی دعوت دیں، نیز قبائل عرب جو ان اطراف میں آباد ہیں ان میں اس دعوت کو پھیلائیں، کیونکہ وہ قومی یک جہتی کے باعث زیادہ آسانی کے ساتھ اس کی طرف مائل ہوسکتے ہیں؛ چنانچہ مثنیٰ بن حارثہ کی مساعی جمیلہ سے بنی وائل کے تمام بت پرست وعیسائی مسلمان ہوگئے،اسی طرح حضرت خالد بن ولیدؓ کی دعوت پر عراق،عرب اور حدود شام کے اکثر عربی قبائل نے لبیک کہا۔

حیرہ کے ایک عیسائی راہب نے خود اسلام قبول کیا،یمن میں اشعث اور اس کے رفقاء نے پھر تجدید اسلام کی،اسی طرح طلیحہ جو مدعی نبوت تھا،حضرت خالد بن ولیدؓ کے مقابلہ سے بھاگ کر جب شام پہنچا تو اس نے بطور اعتذار حسب ذیل اشعار لکھ کر بھیجے اور اسلام کا اقرار کیا:

کیا حضرت ابوبکر صدیقؓ اس کو قبول فرمائیں گے کہ میں واپس آؤں

۱۔طبقات ابن سعدق ۲ ج ۳:۱۰۹

اور میرے ہاتھوں نے جو گناہ کئے ہیں ان کی تلافی کروں

اور گمراہی کے بعد میں گواہی دیتا ہوں، ایک

ایسی سچی گواہی کہ میں اس سے ہٹنے والا نہیں ہوں۔ [۱]

اس اعتذار و اقرار ایمان سے حضرت صدیقؓ کا آئینہ دل طلیحہ کی طرف سے بالکل صاف ہو گیا اور اس کو مدینہ آنے کی اجازت دیدی؛ لیکن وہ اس وقت پہنچا جب کہ آفتاب صداقت دنیا سے ہمیشہ کے لئے غروب ہو چکا تھا۔ [۲]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایفائے عہد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرضوں کا چکانا اور وعدوں کو پورا کرنا بھی فرائض خلافت میں داخل تھا، حضرت ابوبکرؓ نے اولین فرصت میں اس فرض سے سبکدوشی حاصل کی اور جیسے ہی بحرین کی فتح کے بعد اس کا مال غنیمت پہنچا، انہوں نے اعلان عام کر دیا کہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ کسی کا کچھ نکلتا ہو یا آپ نے کسی سے کوئی وعدہ فرمایا ہو تو وہ میرے پاس آئے اس اعلان پر حضرت جابرؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تین دفعہ ہاتھوں سے بھر بھر کر دینے کا وعدہ فرمایا تھا، حضرت ابوبکرؓ نے ان کو اسی طرح تین دفعہ دونوں ہاتھوں سے عطا فرمایا۔ [۳]

نیز حضرت ابوبشیر مازنیؓ کے بیان پر ان کے چودہ سو درہم مرحمت فرمائے۔ [۴]

۱۔ یعقوبی ج ۲:۱۴۵

۲۔ یعقوبی ج ۲:۱۴۵

۳۔ بخاری ج ۱:۳۰۷

۴۔ طبقات ابن سعد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت اور متعلقین کا خیال

باغ فدک اور مسئلہ خمس کے منازعات نے گو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ داروں میں کسی قدر غلط فہمی پھیلا دی تھی، خصوصا حضرت فاطمہؓ کو اس کا رنج تھا، تاہم خلیفہ اول نے ہمیشہ ان کے ساتھ لطف ومحبت کا سلوک قائم رکھا اور وفات کے وقت سیدۂ جنتؓ سے عفو خواہ ہو کر ان کا آئینہ دل صاف کر دیا۔ [1]

امہات المومنین کی راحت وآسائش اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حفظ ناموس کا خاص خیال تھا، عکرمہ بن ابوجہل نے حضر موت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک منکوحہ حرم قتیلہ بنت قیس سے نکاح کر لیا تو انہوں نے چاہا کہ دونوں کو آگ میں جلا دیں؛ لیکن حضرت عمرؓ نے باز رکھا اور کہا کہ قتیلہ سے صرف نکاح ہوا تھا، وہ حرم میں داخل نہیں ہوئی تھیں اس لئے امہات المومنین میں ان کا شمار نہیں ہوسکتا۔ [2]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جن لوگوں کے لئے کوئی وصیت فرمائی تھی یا جن کے حال پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص لطف وکرم رہتا تھا، حضرت ابوبکرؓ نے ہمیشہ ان کی تعظیم وتوقیر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کا خیال رکھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر حضرت ام ایمنؓ کی ملاقات کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔ [3]

حضرت ابوبکرؓ نے بھی اس سلسلہ کو جاری رکھا، اسی طرح سندر نام ایک غلام کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] ۔طبقات ابن سعد

[2] ۔اسد الغابۃ، تذکرہ قتیلہ بنت قیس

[3] ۔استیعاب تذکرہ ام المومنین

نے آزاد کر کے فرمایا تھا کہ تیرے حق میں ہر مسلمان کو وصیت کرتا ہوں، حضرت ابوبکرؓ مسند نشین خلافت ہوئے تو ان کے لئے وظیفہ مقرر فرمایا اور تاحیات اس کو جاری رکھا۔ [۱]

ذمی رعایا کے حقوق

عہد نبوت میں جن غیر مذاہب کے پیروؤں کو اسلامی ممالک محروسہ میں پناہ دی گئی تھی اور عہد ناموں کے ذریعہ سے ان کے حقوق متعین کر دیے گئے تھے، حضرت ابوبکرؓ نے نہ صرف ان حقوق کو قائم رکھا؛ بلکہ اپنے مہر و دستخط سے پھر اس کی توثیق فرمائی، اسی طرح خود ان کے عہد میں جو ممالک فتح ہوئے وہاں کی ذمی رعایا کو تقریباً وہی حقوق دیئے جو مسلمانوں کو حاصل تھے؛ چنانچہ اہل حیرہ سے جو معاہدہ ہوا اس کے یہ الفاظ تھے:

ان کی خانقاہیں اور گرجے منہدم نہ کئے جائیں گے اور نہ کوئی ایسا قصر گرایا جائیگا جس میں وہ ضرورت کے وقت دشمنوں کے مقابلہ میں قلعہ بند ہوتے ہیں ناقوس (اور گھنٹے بجانے) کی ممانعت نہ ہوگی اور تہوار کے موقعوں پر صلیب نکالنے سے روکے نہ جائیں گے۔" [۲]

یہ معاہدہ نہایت طویل ہے، یہاں صرف وہی جملے نقل کئے گئے ہیں جن سے مسلمانوں کی غیر معمولی مذہبی رواداری کا ثبوت ملتا ہے۔

خلیفہ اول کے عہد میں جزیہ یا ٹیکس کی شرح نہایت آسان تھی اور ان ہی لوگوں پر مقرر کرنے کا حکم تھا جو اس کی ادائیگی کی صلاحیت رکھتے ہوں؛ چنانچہ حیرہ کے سات ہزار باشندوں میں سے ایک ہزار بالکل مستثنیٰ تھے اور باقی پر صرف دس دس درہم سالانہ مقرر کئے گئے تھے۔

معاہدوں میں یہ شرط بھی تھی کہ کوئی ذمی بوڑھا، اپاہج اور مفلس ہوجائے گا تو وہ جزیہ سے بری کر دیا

۱۔ استیعاب تذکرہ سندر
۲۔ کتاب الخراج

جائے گا۔[۱]

کیا دنیا کی تاریخ ایسی بے تعصبی ورعایا پروری کی نظیر پیش کرسکتی ہے۔

فضائل ومناقب

(1) حضرت ابوبکر صدیقؓ محبوب بارگاہ ومحرم اسرار نبوت تھے، حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ مکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روزانہ صبح وشام ان کے گھر تشریف لے جاتے تھے، مدینہ منورہ میں بھی اکثر مہمات امور حضرت ابوبکر صدیقؓ کی شرکت سے طے پاتے تھے اور اس کی وجہ سے ان کو اکثر رات کے وقت دیر تک کاشانۂ اقدس پر حاضر رہنا پڑتا تھا؛ چنانچہ ایک دفعہ انہوں نے تین اصحاب صفہ کو کھانے پر مدعو کیا؛ لیکن وہ خود دیر تک بارگاہ نبوت سے واپس نہ آسکے، جب رات زیادہ گزر گئی اور گھر آئے تو یہ معلوم ہوا کہ مہمانوں نے اب تک کھانا نہیں کھایا، اپنے صاحبزادے پر سخت برہم ہوئے۔[۲]

(2) حضرت عمرؓ سے بھی ایک روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات رات بھر حضرت ابوبکر صدیقؓ سے مسلمانوں کے معاملات میں مشورہ فرمایا کرتے تھے، نیز ان کے رازداری وخلوص پر اعتماد اس قدر تھا کہ پوشیدہ سے پوشیدہ بات کہہ دیتے تھے، ہجرت کے واقعات پر غور کرو تو معلوم ہوگا کہ رازداری کا تمام کام صرف حضرت ابوبکرؓ اور ان کے اہل وعیال سے متعلق تھے، حضرت ابوبکرؓ کو ساتھ لے کر غار میں پوشیدہ ہونا، حضرت عبداللہؓ کا رات کے وقت آکر مشرکین کے حالات سے باخبر کرنا، حضرت عامر بن فہیرہؓ کا روزانہ بکریاں لانا، حضرت اسماء کا کھانا پہنچانا، غرض اس قسم کے تمام امور جن کا تعلق رازداری سے تھا، وہ سب خاندان صدیقی کے سپرد تھے، حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اس رفیق جاں نثار کے ساتھ مخصوص تعلق

۱۔ کتاب الخراج ۷۲

۲۔ بخاری کتاب الادب باب قول الضیف لا اکل حتی تاکل وکتاب المنافت باب علامۃ النبوۃ قبل اسلام

اور خلوص تھا، اس کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بار ہا نہایت محبت آمیز پیرایہ میں اظہار فرمایا؛ چنانچہ وفات سے کچھ دنوں پہلے جو تقریر فرمائی اس میں ارشاد ہوا۔[۱]

(3) ایک دفعہ حضرت علیؓ نے ابوجہل ابن ہشام کی لڑکی سے نکاح کرنا چاہا، چونکہ یہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے خلاف تھا اس لیے جب وہ بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے تو روئے انور پر برہمی کے آثار نمایاں تھے، یہ دیکھ کر حضرت علیؓ باہر چلے آئے اور حضرت ابوبکرؓ کو ساتھ لے کر پھر حاضر خدمت ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو دیکھا تو چہرہ مبارک ہشاش بشاش ہوگیا اور برہمی کے آثار جاتے رہے، اسی طرح ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلاف معمول صبح سے شام تک خاموش رہے اور جب عشاء کی نماز پڑھ کر کاشانۂ اقدس کی طرف تشریف لے چلے تو گو صحابہ کرام کو اس غیر معمولی سکوت پر سخت خلفشار تھا، تاہم کسی کو زبان کھولنے کی جرأت نہ تھی، بالآخر سب نے حضرت ابوبکرؓ کو آگے بڑھایا، اور انہوں نے اس سکوت کی وجہ دریافت کی تو ارشاد ہوا کہ جو دنیا وآخرت میں ہونے والا ہے وہ سب آج میرے سامنے پیش کیا گیا تھا، اس کے بعد بالتفصیل قیامت کے واقعات بیان فرمائے، اصابت رائے اور معاملہ فہمی کا یہ حال تھا کہ انہوں نے جس معاملہ میں جو رائے دی وہ مقبول ہو کر رہی، راز داری کا یہ عالم تھا کہ معمولی سے معمولی راز کو کبھی ظاہر ہونے نہ دیا، ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے ان کو اپنی صاحبزادی حفصہؓ کا پیغام دیا، سن کر خاموش رہے اور جب کچھ دنوں کے بعد وہ حرم نبوی میں داخل ہوگئیں تو حضرت عمرؓ سے ملاقات کر کے کہا شاید تم کو میری خاموشی ناگوار ہوئی ہوگی، بولے کیوں نہیں؟ فرمایا" میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارادہ سے آگاہ تھا اور اس راز کو قبل از وقت ظاہر نہیں کرسکتا تھا۔[۲]

(4) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ابوبکر ہمارے سردار ہیں اور ہم میں سب سے

۱۔ بخاری کتاب المناقب باب مناقب ابی بکر

۲۔ بخاری کتاب الغازی باب غزوہ بدر

بہتر ہیں اور وہ ہم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب تھے۔ [۱]

(5) حضرت عبداللہ بن شقیق کہتے ہیں کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: صحابہ میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ کون محبوب تھے؟ انہوں نے کہا: ابوبکر۔ [۲]

(6) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بلند درجات والوں کو (جنت میں) جوان کے نیچے ہوں گے، ایسے ہی دیکھیں گے جیسے تم آسمان کے افق پر طلوع ہونے والے ستارے کو دیکھتے ہو اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما دونوں انہیں میں سے ہوں گے اور کیا ہی خوب ہیں دونوں“۔ [۳]

(7) حضرت ابومعلیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن خطبہ دیا تو فرمایا: ”ایک شخص کو اس کے رب نے اختیار دیا کہ وہ دینا میں جتنا رہنا چاہے رہے اور جتنا کھانا چاہے کھالے یا اپنے رب سے ملنے کو (ترجیح دے) تو اس نے اپنے رب سے ملنے کو پسند کیا، وہ کہتے ہیں: یہ سن کر ابوبکر رضی اللہ عنہ رو پڑے، تو صحابہ نے کہا: کیا تمہیں اس بوڑھے کے رونے پر تعجب نہیں ہوتا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نیک بندے کا ذکر کیا کہ اس کے رب نے دو باتوں میں سے ایک کا اسے اختیار دیا کہ وہ دنیا میں رہے یا اپنے رب سے ملے، تو اس نے اپنے رب سے ملاقات کو پسند کیا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ ان میں سب سے زیادہ ان باتوں کو جاننے والے تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سن کر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: بلکہ ہم اپنے باپ دادا، اپنے مال سب کو آپ پر قربان کر دیں گے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کوئی آدمی ایسا نہیں جو ابن ابی قحافہ سے بڑھ کر میرا حق صحبت ادا کرنے والا ہو اور میرے اوپر اپنا مال خرچ کرنے والا ہو، اگر میں کسی کو خلیل (گہرا

---

[۱] ۔ترمذی امام ترمذی کہتے ہیں: یہ حدیث صحیح غریب ہے مناقب ابوبکر

[۲] ۔ترمذی امام ترمذی کہتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ مناقب ابوبکر

[۳] ۔ترمذی امام ترمذی کہتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے مناقب ابوبکر

دوست) بناتا تو ابن ابی قحافہ کو دوست بناتا، لیکن (ہمارے اور ان کے درمیان) ایمان کی دوستی موجود ہے"۔ یہ کلمہ آپ نے دو یا تین بار فرمایا، پھر فرمایا: "تمہارا یہ ساتھی (یعنی خود) اللہ کا خلیل (دوست) ہے"۔ [١]

(8) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کسی کا ہمارے اوپر کوئی ایسا احسان نہیں جسے میں نے چکا نہ دیا ہو سوائے ابوبکر کے، کیونکہ ان کا ہمارے اوپر اتنا بڑا احسان ہے کہ جس کا پورا پورا بدلہ قیامت کے دن انہیں اللہ ہی دے گا، کسی کے مال سے کبھی بھی مجھے اتنا فائدہ نہیں پہنچا جتنا مجھے ابوبکر کے مال نے پہنچایا ہے، اگر میں کسی کو خلیل (گہرا دوست) بنانے والا ہوتا تو ابوبکر کو خلیل بناتا، سن لو تمہارا یہ ساتھی (یعنی خود) اللہ کا خلیل ہے"۔ [٢]

(9) حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے سلسلہ میں فرمایا: "یہ دونوں جنت کے ادھیڑ عمر والوں کے سردار ہوں گے، خواہ وہ اگلے ہوں یا پچھلے، سوائے انبیاء و مرسلین کے، (آپ نے فرمایا:) "علی ان دونوں کو اس بات کی خبر مت دینا"۔ [٣]

(10) حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا اچانک ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نمودار ہوئے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ دونوں جنت کے ادھیڑ عمر کے لوگوں کے سردار ہیں، خواہ وہ اگلے ہوں یا پچھلے، سوائے انبیاء و مرسلین کے لیکن علی! تم انہیں نہ بتانا"۔ [٤]

١۔ ترمذی یہ حدیث حسن غریب ہے قوی اسناد مناقب ابوبکر
٢۔ ترمذی امام ترمذی کہتے ہیں: یہ حدیث اس سند سے حسن غریب ہے۔ مناقب ابوبکر
٣۔ ترمذی امام ترمذی کہتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے (تحفۃ الأشراف: ١٣١٣) (صحیح) مناقب ابوبکر
٤۔ ترمذی (تحفۃ الأشراف: ١٠٢۴٦) (صحیح) مناقب ابوبکر

(11) حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین وانصار میں سے اپنے صحابہ کے پاس نکل کر آتے اور وہ بیٹھے ہوتے، ان میں ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما بھی ہوتے، تو ان میں سے کوئی اپنی نگاہ آپ کی طرف نہیں اٹھاتا تھا، سوائے ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے یہ دونوں آپ کو دیکھتے اور مسکراتے اور آپ ان دونوں کو دیکھتے اور مسکراتے۔ [۱]

(12) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن نکلے اور مسجد میں داخل ہوئے، ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما میں سے ایک آپ کے دائیں جانب تھے اور دوسرے بائیں جانب، اور آپ ان دونوں کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے آپ نے فرمایا: "اسی طرح ہم قیامت کے دن اٹھائے جائیں گے"۔ [۲]

(13) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "تم حوض کوثر پر میرے رفیق ہو گے جیسا کہ غار میں میرے رفیق تھے"۔ [۳]

(14) حضرت عبداللہ بن حنطب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا تو فرمایا: "یہ دونوں (اسلام کے) کان اور آنکھ ہیں"۔ [۴]

(15) حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ نبی اکرم نے فرمایا: "ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں"، اس پر عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اللہ کے رسول! ابوبکر جب آپ کی جگہ (نماز پڑھانے) کھڑے ہوں گے تو رونے کی وجہ سے لوگوں کو قرأت نہیں سنا سکیں گے ا ے، اس لیے آپ عمر کو حکم دیجئے کہ وہ نماز پڑھائیں، پھر آپ نے فرمایا: "ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو

۱۔ ترمذی سند میں حکم بن عطیہ پر کلام ہے لیکن فضائل کی بنا پر صحیح ہے مناقب ابوبکر

۲۔ ترمذی سند میں سعید بن مسلمہ محدثین کے نزدیک قوی نہیں ہیں فضائل کی بنا پر صحیح ہے مناقب ابوبکر

۳۔ ترمذی امام ترمذی کہتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے قوی مناقب ابوبکر

۴۔ ترمذی (تحفة الأشراف: ۵۲۴۶) (صحیح) مناقب ابوبکر

نماز پڑھائیں“۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: تو میں نے حفصہ سے کہا: تم ان سے کہو کہ ابوبکر جب آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو لوگوں کو رونے کے سبب قرأت نہیں سنا سکیں گے، اس لیے آپ عمر کو حکم دیں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، تو حفصہ نے (ایسا ہی) کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم وہی تو ہو جنھوں نے یوسف علیہ السلام کو تنگ کیا، ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، تو حفصہ نے عائشہ سے کہا کہ مجھے تم سے کبھی کوئی بھلائی نہیں پہنچی۔ [۱]

(16) حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کسی قوم کے لیے مناسب نہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں ان کے سوا کوئی اور ان کی امامت کرے“۔ [۲]

(17) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص اللہ کی راہ میں جوڑا خرچ کرے گا اسے جنت میں پکارا جائے گا کہ اے اللہ کے بندے! یہ وہ خیر ہے (جسے تیرے لیے تیار کیا گیا ہے) تو جو اہل صلاۃ میں سے ہوگا اسے صلاۃ کے دروازے سے پکارا جائے گا، اور جو اہل جہاد میں سے ہوگا اسے جہاد کے دروازے سے پکارا جائے گا، اور جو اہل صدقہ میں سے ہوگا اسے صدقہ کے دروازے سے پکارا جائے گا، اور جو اہل صیام میں سے ہوگا، وہ باب ریان سے پکارا جائے گا، اس پر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، اس کی کوئی ضرورت نہیں کہ کسی کو ان سارے دروازوں سے پکارا جائے (اس لیے کہ ایک دروازے سے داخل ہو جانا کافی ہے) مگر کیا کوئی ایسا بھی ہوگا جو ان سبھی دروازوں سے پکارا جائے گا؟ آپ نے فرمایا: ”ہاں، اور مجھے امید ہے کہ تم انہیں میں سے ہو گے“۔ [۳]

---

[۱] ۔ترمذی امام ترمذی کہتے ہیں: ۱- یہ حدیث حسن صحیح ہے، مناقب ابوبکر

[۲] ۔ترمذی امام ترمذی کہتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔ مناقب ابوبکر

[۳] ۔ترمذی امام ترمذی کہتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ مناقب ابوبکر

(18) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صدقہ کرنے کا حکم دیا اور اتفاق سے ان دنوں میرے پاس مال بھی تھا، میں نے (دل میں) کہا: اگر میں ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کسی دن آگے بڑھ سکوں گا تو آج کے دن آگے بڑھ جاؤں گا، پھر میں اپنا آدھا مال آپ کے پاس لے آیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: "اپنے گھر والوں کے لیے کیا چھوڑا ہے؟" میں نے عرض کیا: اتنا ہی (ان کے لیے بھی چھوڑا ہوں) اور ابوبکر رضی اللہ عنہ وہ سب مال لے آئے جو ان کے پاس تھا، تو آپ نے پوچھا: "ابوبکر! اپنے گھر والوں کے لیے کیا چھوڑا ہے؟" تو انہوں نے عرض کیا: ان کے لیے تو اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑ کر آیا ہوں، میں نے (اپنے جی میں) کہا: اللہ کی قسم! میں ان سے کبھی بھی آگے نہیں بڑھ سکوں گا۔ [۱]

(19) حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (مسجد کی طرف کھلنے والے) سارے دروازوں کو بند کرنے کا حکم دیا سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دروازہ کے۔ [۲]

(20) حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا: "تم جہنم سے اللہ کے آزاد کردہ ہو تو اسی دن سے ان کا نام عتیق رکھ دیا گیا"۔ [۳]

(21) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کوئی نبی ایسا نہیں جس کے دو وزیر آسمان والوں میں سے نہ ہوں اور دو وزیر زمین والوں میں سے نہ ہوں، رہے میرے دو وزیر آسمان والوں میں سے تو وہ جبرائیل اور میکائیل علیہما السلام ہیں اور

۱۔ ترمذی امام ترمذی کہتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ مناقب ابوبکر

۲۔ ترمذی (تحفۃ الأشراف: ۱۶۴۱۰) (صحیح) مناقب ابوبکر

۳۔ صحیح، المشکاۃ (6022) (تحفۃ الأشراف: ۱۵۹۲۱) (صحیح)

زمین والوں میں سے میرے دو وزیر ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما ہیں"۔ [١]

(22) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ ہی میں جب ہمیں صحابہ کے درمیان انتخاب کے لیے کہا جاتا تو سب میں افضل اور بہتر ہم ابوبکر رضی اللہ عنہ کو قرار دیتے، پھر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو پھر عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو۔ [٢]

(23) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اگر میں اپنی امت کے کسی فرد کو اپنا جانی دوست بنا سکتا تو ابوبکر کو بناتا لیکن وہ میرے دینی بھائی اور میرے ساتھی ہیں۔" [٣]

(24) حضرت ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ پھر آنا۔ اس نے کہا: اگر میں آؤں اور آپ کو نہ پاؤں تو؟ گویا وہ وفات کی طرف اشارہ کر رہی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم مجھے نہ پاسکو تو ابوبکر کے پاس چلی آنا۔ [٤]

(25) حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے کپڑے کا کنارہ پکڑے ہوئے، گھٹنا ظاہر کئے ہوئے آئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حالت دیکھ کر فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے تمہارے دوست کسی سے لڑ کر آئے ہیں۔ پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حاضر ہو کر سلام کیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے اور عمر بن خطاب کے درمیان کچھ تکرار ہو گئی تھی اور اس سلسلے میں، میں نے جلدی میں ان کو سخت لفظ کہہ دیئے لیکن بعد میں مجھے سخت ندامت ہوئی تو میں نے ان سے معافی چاہی، اب وہ مجھے معاف

---

[١] ۔امام ترمذی کہتے ہیں:١- یہ حدیث حدیث حسن غریب ہے مناقب ابوبکر

[٢] ۔بخاری حدیث نمبر:3655

[٣] ۔بخاری حدیث نمبر:3657

[٤] ۔بخاری حدیث نمبر:3660

کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ اسی لیے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابو بکر! تمہیں اللہ معاف کرے۔ تین مرتبہ آپ نے یہ جملہ ارشاد فرمایا عمر رضی اللہ عنہ کو بھی ندامت ہوئی اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچے اور پوچھا کیا ابو بکر گھر پر موجود ہیں؟ معلوم ہوا کہ نہیں تو آپ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ نے سلام کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک غصہ سے بدل گیا اور ابو بکر رضی اللہ عنہ ڈر گئے اور گھٹنوں کے بل بیٹھ کر عرض کرنے لگے، یا رسول اللہ! اللہ کی قسم زیادتی میری ہی طرف سے تھی۔ دو مرتبہ یہ جملہ کہا۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے مجھے تمہاری طرف نبی بنا کر بھیجا تھا۔ اور تم لوگوں نے مجھ سے کہا تھا کہ تم جھوٹ بولتے ہو لیکن ابو بکر نے کہا تھا کہ آپ سچے ہیں اور اپنی جان و مال کے ذریعہ انہوں نے میری مدد کی تھی تو کیا تم لوگ میرے دوست کو ستانا چھوڑتے ہو یا نہیں؟ آپ نے دو دفعہ یہی فرمایا: آپ کے یہ فرمانے کے بعد پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ کو کسی نے نہیں ستایا۔ [۱]

(26) حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں غزوہ ذات السلاسل کے لیے بھیجا (عمرو رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ) پھر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے پوچھا کہ سب سے زیادہ محبت آپ کو کس سے ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عائشہ سے میں نے پوچھا، اور مردوں میں؟ فرمایا کہ اس کے باپ سے۔ میں نے پوچھا، اس کے بعد؟ فرمایا کہ عمر بن خطاب سے۔ اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی آدمیوں کے نام لیے۔ [۲]

(27) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک چرواہا اپنی بکریاں چرا رہا تھا کہ بھیڑیا آ گیا اور ریوڑ سے

۱۔ بخاری حدیث نمبر: 3661

۲۔ بخاری حدیث نمبر: 3662

ایک بکری اٹھا کر لے جانے لگا۔ چرواہے نے اس سے بکری چھڑانی چاہی تو بھیڑیا بول پڑا۔ درندوں والے دن میں اس کی رکھوالی کرنے والا کون ہو گا جس دن میرے سوا اور کوئی چرواہا نہ ہو گا۔ اسی طرح ایک شخص بیل کو اس پر سوار ہو کر لیے جا رہا تھا، بیل اس کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا کہ میری پیدائش اس کے لیے نہیں ہوئی ہے۔ میں تو کھیتی باڑی کے کاموں کے لیے پیدا کیا گیا ہوں۔ وہ شخص بول پڑا۔ سبحان اللہ! (جانور اور انسانوں کی طرح باتیں کرے) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ان واقعات پر ایمان لاتا ہوں اور ابوبکر اور عمر بن خطاب بھی۔ [۱]

(28) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں سو رہا تھا کہ خواب میں میں نے اپنے آپ کو ایک کنویں پر دیکھا جس پر ڈول تھا۔ اللہ تعالیٰ نے جتنا چاہا میں نے اس ڈول سے پانی کھینچا، پھر اسے ابن ابی قحافہ (ابوبکر رضی اللہ عنہ) نے لے لیا اور انہوں نے ایک یا دو ڈول کھینچے، ان کے کھینچنے میں کچھ کمزوری سی معلوم ہوئی اللہ ان کی اس کمزوری کو معاف فرمائے۔ پھر اس ڈول نے ایک بہت بڑے ڈول کی صورت اختیار کر لی اور اسے عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) نے اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ میں نے ایسا شہ زور پہلوان آدمی نہیں دیکھا جو عمر (رضی اللہ عنہ) کی طرح ڈول کھینچ سکتا۔ انہوں نے اتنا پانی نکالا کہ لوگوں نے اپنے اونٹوں کو حوض سے سیراب کر لیا۔ [۲]

(29) حضرت محمد بن حنفیہ نے بیان کیا کہ میں نے اپنے والد (علی رضی اللہ عنہ) سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل صحابی کون ہیں؟ انہوں نے بتلایا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ میں نے پوچھا پھر کون ہیں؟ انہوں نے بتلایا، اس کے بعد عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ مجھے اس کا اندیشہ ہوا کہ اب (پھر میں نے پوچھا کہ اس کے بعد؟) کہہ دیں گے کہ عثمان رضی اللہ عنہ اس لیے میں نے خود کہا، اس کے بعد آپ ہیں؟ یہ سن کر وہ بولے کہ میں تو صرف عام مسلمانوں کی

[۱] ۔ بخاری حدیث نمبر:3663

[۲] ۔ بخاری حدیث نمبر:3664

جماعت کا ایک شخص ہوں۔[1]

(30) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ انہوں نے ایک دن اپنے گھر میں وضو کیا اور اس ارادہ سے نکلے کہ آج دن بھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہ چھوڑوں گا۔ انہوں نے بیان کیا کہ پھر وہ مسجد نبوی میں حاضر ہوئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پوچھا تو وہاں موجود لوگوں نے بتایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو تشریف لے جا چکے ہیں اور آپ اس طرف تشریف لے گئے ہیں۔ چنانچہ میں آپ کے متعلق پوچھتا ہوا آپ کے پیچھے پیچھے نکلا اور آخر میں نے دیکھا کہ آپ (قباء کے قریب) بئر اریس میں داخل ہو رہے ہیں، میں دروازے پر بیٹھ گیا اور اس کا دروازہ کھجور کی شاخوں سے بنا ہوا تھا۔ جب آپ قضائے حاجت کر چکے اور آپ نے وضو بھی کر لیا تو میں آپ کے پاس گیا۔

میں نے دیکھا کہ آپ بئر اریس (اس باغ کے کنویں) کی منڈیر پر بیٹھے ہوئے ہیں، اپنی پنڈلیاں آپ نے کھول رکھی ہیں اور کنویں میں پاؤں لٹکائے ہوئے ہیں۔ میں نے آپ کو سلام کیا اور پھر واپس آ کر باغ کے دروازے پر بیٹھ گیا۔ میں نے سوچا کہ آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دربان رہوں گا۔ پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ آئے اور دروازہ کھولنا چاہا تو میں نے پوچھا کہ کون صاحب ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ابو بکر! میں نے کہا تھوڑی دیر ٹھہر جایئے۔ پھر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ ابو بکر دروازے پر موجود ہیں اور اندر آنے کی اجازت آپ سے چاہتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہیں اجازت دے دو اور جنت کی بشارت بھی۔ میں دروازہ پر آیا اور ابو بکر رضی اللہ عنہ سے میں نے کہا کہ اندر تشریف لے جایئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو جنت کی بشارت دی ہے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ اندر داخل ہوئے اور اسی کنویں کی منڈیر پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داہنی طرف بیٹھ گئے اور اپنے

ا۔ بخاری حدیث نمبر: 3671

دونوں پاؤں کنویں میں لٹکا لیے۔ جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لٹکائے ہوئے تھے اور اپنی پنڈلیوں کو بھی کھول لیا تھا۔ پھر میں واپس آ کر اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔ میں آتے وقت اپنے بھائی کو وضو کرتا ہوا چھوڑ آیا تھا۔ وہ میرے ساتھ آنے والے تھے۔ میں نے اپنے دل میں کہا، کاش اللہ تعالیٰ فلاں کو خبر دے دیتا۔ ان کی مراد اپنے بھائی سے تھی اور انہیں یہاں پہنچا دیتا۔ اتنے میں کسی صاحب نے دروازہ پر دستک دی میں نے پوچھا کون صاحب ہیں؟ کہا کہ عمر بن خطاب۔ میں نے کہا کہ تھوڑی دیر کے لیے ٹھہر جائیے، چنانچہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام کے بعد عرض کیا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ دروازے پر کھڑے ہیں اندر آنے کی اجازت چاہتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہیں اجازت دے دو اور جنت کی بشارت بھی پہنچا دو۔ میں واپس آیا اور کہا کہ اندر تشریف لے جائیے اور آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت دی ہے۔ وہ بھی داخل ہوئے اور آپ کے ساتھ اسی منڈیر پر بائیں طرف بیٹھ گئے اور اپنے پاؤں کنویں میں لٹکا لیے۔ میں پھر دروازے پر آ کر بیٹھ گیا اور سوچتا رہا کہ اگر اللہ تعالیٰ فلاں (ان کے بھائی) کے ساتھ خیر چاہے گا تو اسے یہاں پہنچا دے گا، اتنے میں ایک اور صاحب آئے اور دروازے پر دستک دی، میں نے پوچھا کون صاحب ہیں؟ بولے کہ عثمان بن عفان، میں نے کہا تھوڑی دیر کے لیے رک جائیے، میں آپ کے پاس آیا اور میں نے آپ کو ان کی اطلاع دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہیں اجازت دے دو اور ایک مصیبت پر جو انہیں پہنچے گی جنت کی بشارت پہنچا دو۔

میں دروازے پر آیا اور میں نے ان سے کہا کہ اندر تشریف لے جائیے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو جنت کی بشارت دی ہے، ایک مصیبت پر جو آپ کو پہنچے گی۔ وہ جب داخل ہوئے تو دیکھا چبوترہ پر جگہ نہیں ہے اس لیے وہ دوسری طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ گئے۔ شریک نے بیان کیا کہ سعید بن مسیب نے کہا میں نے اس سے ان کی قبروں کی تاویل لی ہے

(کہ اسی طرح بنیں گی)۔ [۱]

(31) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کو ساتھ لے کر احد پہاڑ پر چڑھے تو احد کانپ اٹھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”احد! قرار پکڑ کہ تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔“ [۲]

(32) حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”آج کے دن تم میں سے کون روزہ دار ہے؟“ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”آج کے دن تم میں سے کون جنازے کے ساتھ گیا؟“ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”آج کے دن تم میں سے کس نے مسکین کو کھانا کھلایا؟“ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”آج کے دن تم میں سے کس نے بیمار کی پرسش کی یعنی عیادت کی؟“ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس میں یہ سب باتیں جمع ہوں وہ جنت میں جائے گا۔“ [۳]

(33) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، پھٹے پرانے اور بوسیدہ عباء پہنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے۔ اس عباء (چوغہ) کے کنارے کھجور کی شاخوں اور نباتات کی لکڑیوں سے جوڑے گئے تھے۔ حضرت جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور دریافت کیا، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا وجہ ہے کہ میں ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جسم پر ایسی بوسیدہ قسم کی عباء دیکھتا ہوں، جس کو اس طرح جوڑا گیا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے جبریل علیہ السلام! ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتح سے پہلے اپنا مال مجھ پر خرچ کر دیا تھا۔: جبریل علیہ السلام نے

۱۔ بخاری حدیث نمبر:3674

۲۔ بخاری حدیث نمبر:3675

۳۔ مسلم حدیث نمبر:6182

فرمایا: اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کہہ رہے ہیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرما رہے ہیں کہ: ان سے پوچھئے کہ کیا وہ اس حالت فقر پر اللہ سے خوش ہیں یا ناخوش؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ تعالیٰ آپکو سلام کہہ رہے ہیں اور آپ رضی اللہ تعالی عنہ سے پوچھ رہے ہیں کہ کیا آپ رضی اللہ تعالی عنہ اس حالت فقیرانہ پر اللہ سے خوش ہیں یا ناخوش حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا: کیا میں اپنے رب سے ناخوش ہوسکتا ہوں؟ پھر ازراہ شوق فرمانے لگے میں اپنے رب سے راضی ہوں میں اپنے رب سے راضی ہوں میں اپنے رب سے راضی ہوں۔ [۱]

(34) رات چھانے کو تھی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اردگرد یوں منتشر بیٹھے تھے جیسے ستارے چودھویں کے چاند کے اردگرد ہوں، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی شیریں گفتاری جاری رکھے ہوئے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنت میں ایک ایسا آدمی داخل ہوگا کہ جنت میں ہر گھر والا اور بالا خانے والا اس کو خوش آمدید خوش آمدید کہے گا، اور کہے گا کہ ہمارے ہاں آؤ ہمارے ہاں آؤ، حضرت ابوبکرؓ نے شوق سے پوچھا: یا رسول اللہ آج کل اس آدمی کا ثواب (نیکی) کیا ہے؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف انبساط سے دیکھا، اور ان کو یہ خوشخبری سنائی کہ اے ابوبکر! وہ آدمی تم ہو، جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آسمانی معراج ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنت عدن میں داخل ہوئے تو وہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چودھویں کے چاند کے مانند بے مثال حور دیکھی، جس کی پلکیں گدھ کے اگلے پروں کی طرح تھیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے پوچھا: تو کس کے لیے ہے؟ اس حور نے کہا: میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد میں آنے والے خلیفہ کے لیے ہوں۔ [۲]

(35) ستارے اپنی ہلکی روشنی کے ساتھ مدینے کے آسمان پر بکھرے ہوئے تھے رات کی

۱۔ رواہ ابونعیم فی حلیۃ الاولیاء (۷/ ۱۰۵) وقال غریب من حدیث الثوری (صفۃ الصفوۃ، ۱/ ۲۴۹، ۲۵۰)

۲۔ مجمع الزوائد (۹/ ۴۹) قال الہیثمی رواہ الطبرانی فی الکبیر والأوسط، ورجالہ رجال الصحیح

تاریکی ختم ہونے کو تھی ایسے وقت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک طویل حدیث کے بعد واپس آرہے تھے دریں اثنا اس کہ یہ حضرات مدینے کی گلیوں میں چل رہے تھے کہ کسی آدمی کی آواز سنائی دی جو مسجد میں کھڑے نماز پڑھ رہا تھا، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اس کی قرات سننے کے لیے ٹھہر گئے، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو شخص یہ پسند کرے کہ وہ قرآن کو تازہ تازہ جیسے نازل ہوا سنے اسے چاہیے کہ ابن ام معبد ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ کی تلاوت سننے پھر ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیٹھ گئے اور دعا کرنے لگے تو حضور نبی کریم ﷺ فرمانے لگے:

مانگو تجھے دیا جائے گا، مانگو تجھے عطا ہوگا، پھر سب اپنے اپنے گھر واپس چلے آئے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بھی اپنے گھر لوٹ گئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چاہا کہ وہ جلدی سے یہ خوشخبری ابن مسعود رضی اللہ عنہ تک پہونچا دیں، (اپنے دل میں) کہا میں صبح کو ضرور جا کر انہیں یہ خوشخبری سنائیں گے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب میں صبح کو خوشخبری دینے کے لیے پہونچا تو دیکھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مجھ سے پہلے ہی پہونچے ہوئے ہیں، چنانچہ انہوں ان کو خوشخبری سنائی، خدا کی قسم! جب بھی میں نے کسی بھی نیکی کے کام میں ان سے مقابلہ کیا تو وہ مجھ پر سبقت لے گئے ہیں۔ [۱]

(36) عین دوپہر کے وقت نبی پاک ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو معراج کے متعلق کچھ بیان فرما رہے تھے تو اس دوران آپ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے جنت کا وہ دروازہ دکھایا جہاں سے میری امت داخل ہوگی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑے شوق سے عرض کیا: یا رسول اللہ: میری خواہش ہے کہ میں آپ ﷺ کے ساتھ ہوں تا کہ میں بھی اس کو دیکھوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: خبردار! تم میری امت کے

۱۔ "مسند ابی یعلیٰ" (۱۹۳) (۱/۱۷۳)

پہلے شخص ہو جو اس دروازے سے جنت میں داخل ہو گے۔[۱]

علم وفضل

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے گو کسی مکتب میں باقاعدہ زانوئے تلمذ طے نہیں کیا تھا تاہم فطری جودت طبع اور دربار نبوت کی حاشیہ نشینی سے آسمان فضل وکمال پر مہر درخشاں ہوکر چمکے، فصاحت وبلاغت میں کمال رکھتے تھے، ابتداء میں شاعری کا ذوق بھی تھا؛ لیکن اسلام کے بعد ترک کردیا تھا، کبھی کبھی جذبات وخیالات خود بخود نظم موزوں کے قالب میں ڈھل جاتے تھے، ایک دفعہ حضرت امام حسینؓ کو بچوں کے ساتھ کھیلتے دیکھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد تازہ ہوگئی، بے اختیار ان کو گود میں اٹھالیا اور فرمایا:[۲]

میرا باپ فدا ہو یہ نبی سے مشابہ ہے علی سے مشابہ نہیں ہے

ذوق سخن

اسلام کے بعد صرف ایسے اشعار سے دل چسپی رہ گئی تھی جن میں خدا کی عظمت وجلالت کا ذکر ہوتا تھا، ایک مرتبہ لبید نے مصرعہ پڑھا الاکل شئی ماخلا اللہ باطل یعنی خد کے سوا تمام چیزیں باطل ہیں، تو فرمایا تم نے سچ کہا لیکن جب اس نے دوسرا مصرعہ پڑھا وکل نعیم لامحالۃ زائل، یعنی ہر نعمت یقیناً زائل ہوجائے گا تو بولے غلط ہے خدا کے پاس بہت سی ایسی نعمتیں ہیں جو زائل نہ ہوگی۔[۳]

حالت نزع میں حضرت عائشہؓ سرہانے بیٹھی ہوئی یہ شعر پڑھ رہی تھیں:

من لایزال دمعہ مقنعا فانہ فی موت مدفوق

۱۔ مستدرک الحاکم (۳/۷۳)

۲۔ (یعقوبی ج۲:۱۴۵)، مسند احمد ج۱ ص۸

۳۔ تاریخ الخلفاء: ۱۰۳)

فرمایا یہ نہ کہو؛ بلکہ کہو:

وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ۝ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ

موت کی بے ہوشی کا ٹھیک وقت آگیا اور یہ وہ چیز ہے جس سے تم بھاگتے تھے۔"

انہوں نے اس کے بعد دوسرا شعر پڑھا:

وابیض یستسقی انعام بوجھہ ثمال الیتامی عصمۃ للارامل

گورا جس کے چہرے سے بادل بھی پانی طلب کرتا ہے یتیموں کا ماویٰ اور بیواؤں کا ملجا

بولے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان تھی۔ [۱]

تقریر وخطابت

تقریر وخطابت کا خداداد ملکہ حاصل تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اور سقیفہ بنی ساعدہ میں جو تقریریں کیں وہ اوپر گزر چکی ہیں اس سے برجستگی اور زور کلام کا اندازہ ہوگا، ان معرکۃ الآرا تقریروں کے علاوہ ان کی عام تقریریں بھی نہایت پر اثر ہوتی تھیں، ہم یہاں ایک تقریر کے چند فقرے نقل کرتے ہیں:

آج وہ حسین اور روشن اور وفور شباب سے حیرت میں ڈالنے والے چہرے کہاں ہیں؟ آج بڑے بڑے شہروں کے بسانے والے اور ان کو قلعہ بند کرنے والے سلاطین کدھر گئے؟ آج بڑے بڑے غالب آنے والے مرد میدان سور ما کیا ہوئے؟ زمانہ کی گردشوں نے ان کی قوتیں پست کر دیں اور ان کے بازو توڑ دیئے اور قبر کی تاریکی میں ہمیشہ کے لئے سو گئے"۔

تقریر کی حالت میں رقت طاری ہوجاتی تھی، ایک دفعہ منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا میں جس جگہ کھڑا ہوں گذشتہ سال خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرماتے تھے، یہ کہہ کر زار وقطار رونے لگے، اسی طرح ایک روز تین مرتبہ تقریر کا ارادہ کیا اور ہر مرتبہ ایک دو جملے کہہ کر گلوگرفتہ

۱۔(تاریخ الخلفاء:۸۱،۸۲)

ہو گئے۔ [۱]

نسب دانی

علم الانساب یعنی قبائل کا نام ونسب یادرکھنا،اس زمانہ کا بڑا مایہ ناز علم تھا،حضرت ابوبکر صدیقؓ اس فن میں خصوصیت کے ساتھ کمال رکھتے تھے،حضرت جبیر بن مطعمؓ جو طبقہ اصحاب میں سب سے بڑے نساب گزرے ہیں،فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اس فن کو حضرت ابوبکرؓ سے سیکھا ہے جو نسب دانی کی حیثیت سے تمام عرب میں ممتاز تھے۔ [۲]

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی نسب دانی سے اکثر موقعوں پر اسلام کو بھی فائدہ پہنچا،آغاز نبوت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تبلیغ واشاعت کے لئے قبائل عرب میں تشریف لے جاتے تو عموماً یہ بھی ہمرکاب ہوتے اور اپنی نسب دانی کے باعث آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا لوگوں سے تعارف کراتے تھے۔

حضرت حسان بن ثابتؓ قریش کی ہجو کیا کرتے تھے،ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلا کر کہا"تم قریش اور ابوسفیان کی مذمت کرتے ہو کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ میں بھی قریشی ہوں اور ابوسفیان میرا ابن عم ہے۔"انہوں نے کہا"خدا کی قسم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے علیحدہ کرلیتا ہوں جس طرح جو خمیر سے الگ ہوجاتا ہے"ارشاد ہوا کہ ابوبکرؓ کے پاس جاؤ وہ انساب عرب میں سب سے زیادہ ماہر ہیں،غرض اس روز سے وہ اس فن کی تعلیم کے لئے حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ [۳]

۱۔تاریخ الخلفاء ص ۱۰۱، (مسند احمد ج ۲:۱، ۳)

۲۔(تاریخ الخلفاء : ۴۰)

۳۔(استیعاب ج ۱۲۸:۱)

تعبیر رویا

خواب کی تعبیر میں بھی خداداد ملکہ تھا یہاں تک کہ صحابہ کرام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان کو سب سے بڑا معتبر سمجھتے تھے اور اپنا اپنا خواب بیان کر کے تعبیر پوچھتے تھے، ایک دفعہ حضرت خالد بن سعیدؓ نے اسلام قبول کرنے سے پہلے خواب دیکھا کہ وہ دہکتی ہوئی آگ کے کنارے کھڑے ہیں اور ان کے والدان کو اس میں جھونک رہے ہیں، اسی اثناء میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے ہیں اور ان کی کمر پکڑ کر کھینچ لیتے ہیں، حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس خواب کو سنا تو فرمایا خالد تمہیں اس کے ذریعہ سے راہ حق کی ہدایت کی گئی ہے، تمہارا باپ تم کو کفر پر مجبور کرتا ہے؛ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع تمہاری نجات کا باعث ہوگی۔ [۱]

حضرت عائشہ صدیقہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے کچھ پہلے خواب میں تین چاند اپنے حجرہ میں گرتے دیکھے، انہوں نے حضرت ابوبکرؓ سے اس کا تذکرہ کیا تو اس وقت خاموش رہے؛ لیکن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اور ان کے حجرے میں مدفون ہوئے تو فرمایا" عائشہؓ! یہ تمہارے حجرہ کا پہلا اور سب سے بہتر چاند ہے"۔ [۲]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی کبھی کبھی اپنا خواب بیان کر کے انہیں تعبیر کا حکم دیتے تھے، ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ چند سیاہ بھیڑوں میں بہت سی سفید رنگ کی بھیڑیں شامل ہو گئیں، حضرت ابوبکرؓ سے اس کی تعبیر پوچھی تو انہوں نے عرض کیا" یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! سیاہ بھیڑ اہل عرب ہیں جو پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متبع ہوں گے، پھر نہایت کثرت کے ساتھ عجمی جو سفید بھیڑوں کے رنگ میں ظاہر کئے گئے ہیں، اسلام قبول کر کے ان میں شامل

۱۔(مستدرک حاکم ج ۳،:۸ ۳۴)

۲۔(موطا امام مالک:۱۸۰)

ہو جائیں گئے، ارشاد ہوا صحیح ہے فرشتہ آسمان نے بھی یہی تعبیر کی تھی۔ [۱]

علم تفسیر

حضرت ابو بکر صدیقؓ چونکہ سفر، حضر، خلوت وجلوت، جنگ وصلح غرض ہر موقع پر مہبط وحی والہام صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف صحبت سے مستفیض ہوئے اور تمام امور میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص مشیر تھے، اس لئے اسلامی علوم وفنون میں بھی قدرۃ ان کا پایہ سب سے بلند تھا، کلام اللہ اسلام کا اصل اصول ہے، حضرت ابو بکر صدیقؓ کو اس سے غیر معمولی شغف تھا، عموماً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آیات قرآنی کی تفسیر پوچھا کرتے تھے، ایک دفعہ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کے بعد کیا چارہ کار ہے؟

لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ ۝ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ﴿سورۃ النساء123﴾

(فلاح عاقبت) نہ تمہاری آرزو پر (موقوف ہے) نہ اہل کتاب کی آرزو پر (؛ بلکہ) جو برا کام کرے گا وہ اس کی جزا پائے گا۔

کیا درحقیقت ہم برے کام کا بدلہ پاتے ہیں؟ ارشاد ہوا"ابو بکر! خدا تمہاری مغفرت کرے، کیا تم بیمار نہیں ہوتے؟ کیا تمہیں کوئی رنج وصدمہ نہیں پہنچتا؟ اور کیا تمہیں کوئی مصیبت نہیں ستاتی؟ بولے کیوں نہیں، فرمایا یہ سب برائیوں ہی کا خمیازہ ہے۔ [۲]

وہ ہر آیت کی شان نزول اور اس کے حقیقی مفہوم سے آگاہ تھے، نیز مختلف موقعوں پر انہوں نے جو باریک نکتے حل فرمائے ہیں، اس سے ان کی دقیقہ سنجی کا اندازہ ہو سکتا ہے، ایک مرتبہ مجمع عام میں فرمایا، صاحبو! آپ قرآن شریف میں یہ آیت پڑھتے ہوں گے:

۱۔ (تاریخ الخلفاء،:،۱۰۴)

۲۔ (ابن جریر طبری ج۵:۱۷۳ ومستدرک حاکم ج ۳ ص ۷۳)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ ۔
﴿سورۃ المائدہ105﴾

اے ایمان والو! تم اپنی فکر کرو؛ اگر تم صحیح راستے پر ہو گے تو جو لوگ گمراہ ہیں وہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے"

حالانکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جب لوگ ناپسندیدہ امر کو دیکھتے ہیں اور اس کی اصلاح کی فکر نہیں کرتے تو خدا کا عذاب سب کے لئے عام ہو جاتا ہے یعنی اس آیت سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ دوسروں کی اصلاح کا خیال رکھنا ضروری نہیں۔ [۱]

آیات قرآنی سے استدلال، استنباطِ احکام وتفریع مسائل میں مجتہدانہ ملکہ رکھتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جو تقریر فرمائی اس میں برجستہ اس آیت سے انبیاء کی وفات پر استدلال لائے:

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۚ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ﴿سورۃ آل عمران 144﴾

یعنی محمد صرف رسول ہیں اور ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر گئے کیا اگر وہ مر جائیں یا شہید ہوں تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے"

اس آیت نے یکا یک ایمان واعتقاد کے متزلزل ستونوں کو مستحکم کر دیا اور لوگوں کو ایسا معلوم ہوا کہ گویا یہ آیت پہلے سے موجود ہی نہ تھی، حضرت ابو بکرؓ بیمار ہوئے تو لوگوں نے پوچھا طبیب بلائیں، چونکہ مسئلہ تقدیر پر بہت شدت کے ساتھ اعتماد رکھتے تھے، بولے طبیب نے مجھے دیکھ کر کہا ہے انی فعال لما یرید یعنی ارادۂ خداوندی میں کوئی مانع نہیں ہو سکتا۔ [۲]

۱۔(ابن جریر ج ۷: ۹۰)

۲۔(طبقات ابن سعد جزو ۳ قسم اول: ۱۴۱)

حدیث

حضرت ابوبکر صدیقؓ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صرف سوا دو برس زندہ رہے اس لئے ان سے مرفوع احادیث بہت کم مروی ہیں، علاوہ اس کے اس وقت تمام حاشیہ نشینان بساط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بقید حیات تھے جن کی نگاہوں سے عہد نبوت کی کوئی بات پوشیدہ نہ تھی اس بنا پر کثرت روایت کا کوئی موقع بھی نہ تھا تاہم انہوں نے جانشین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت سے ان احادیث کو جن کا تعلق ضروری مسائل سے تھا خاص طور پر شہرت دی، مثلاً نصاب زکوۃ کا مفصل ہدایت نامہ تمام ملک میں شائع کیا اور حکم دیا کہ اگر کوئی عامل اس سے زیادہ طلب کرے تو نہ دیا جائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام اہم مواقع پر خلیفہ اول ہی کی معلومات نے مسلمانوں کی رہبری کی، سقیفہ بنی ساعدہ میں خلافت کا جھگڑا جب خوفناک حد تک پہنچ گیا تو سب سے پہلے انہی نے "الائمۃ من قریش" کی حدیث پیش کی جس نے اس بحث کا فیصلہ کر دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدفن کا سوال پیدا ہوا تو صدیق اکبرؓ ہی نے اس عقدہ کو حل کیا اور فرمایا "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ انبیاء کی جائے وفات ہی ان کا مدفن ہے۔" [1]

حضرت فاطمہؓ اور حضرت عباسؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متروکہ جائداد میں میراث طلب کی تو سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے یہ حدیث پیش کی:

لا نورث ما ترکنا صدقۃ

ہمارا تمام متروکہ وقف ہے۔

بعد کو دوسرے صحابہ نے بھی اس کی تصدیق فرمائی، غرض وہ دربار نبوت میں اپنے مخصوص تقرب کی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات، طرز عمل اور ان کے اسباب و علل سے قدرۃ زیادہ

۱۔ (موطا امام مالک: ۸۰)

باخبر تھے۔

امامت واجتہاد

امامت یا خلافت گو نبوت ہی کا ایک پرتو ہے تاہم دونوں میں بہت بڑا فرق ہے، حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے مسند نشین خلافت ہونے کے ساتھ ہی اس فرق کو جمہور مسلمانوں پر ظاہر کر دیا اور فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معصوم تھے، نیز خدا نے ان کو وحی سے ممتاز فرمایا تھا اور میں ایک معمولی انسان ہوں اس لئے اگر تم مجھے راہ راست پر دیکھو تو اتباع کرو اور اگر کج راہ ہو جاؤں تو سیدھا کر دو۔ [۱]

حضرت ابوبکرؓ نے نبوت وخلافت کی اس تفریق کو عموماً قائم رکھا اور کبھی ان اختیارات وحقوق سے کام نہیں لیا جو صرف انبیاء کے لئے مخصوص ہیں، ایک دفعہ ایک مسلمان پر سخت برہم ہوئے، حضرت ابوبرزہ اسلمیؓ نے ان کے تیور دیکھ کر عرض کیا یا خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی گردن اڑا دیجئے، حضرت ابوبکرؓ نے قتل کا نام سنا تو خاموش ہو گئے کچھ دیر کے بعد غصہ فرو ہوا تو ابوبرزہؓ سے بلا کر پوچھا اگر میں اس کو قتل کرنے کا حکم دیتا تو کیا تم واقعی اسے مار ڈالتے؟ بولے ہاں: فرمایا خدا کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو یہ شرف حاصل نہیں ہے۔ [۲]

اسی طرح کسی نے خلیفۃ اللہ کہہ کر مخاطب کیا تو فرمایا کہ مجھے خلیفۃ اللہ نہ کہو، میں نائب خدا نہیں ؛ بلکہ نائب رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اور یہی میرے لئے بس ہے"۔ [۳]

غرض خلیفہ اول کا یہ سب سے بڑا احسان ہے کہ انہوں نے خلافت ونبوت کی سرحدیں الگ

۱۔(مسند احمد ابن حنبل ج۱: ۲۰، تاریخ الخلفاء ص ۶۸)

۲۔(ابوداؤد کتاب الحدود باب الحکم فیمن سب النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

۳۔(استیعاب تذکرہ ابوبکرؓ)

کردیں ورنہ جس طرح عدم تفریق وامتیاز نے الوہیت ونبوت کے ڈانڈے ملا دیئے ہیں اور دنیا کی اکثر قوموں نے انبیاء علیہم السلام کو مظاہر خداوندی تصور کرلیا ہے، اسی طرح خلافت ونبوت کی حدود میں بھی امتیاز دشوار ہوجاتا۔

اصول اجتہاد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشینوں کا سب سے بڑا فرض استنباط احکام وتفریع مسائل کی ایک شاہراہ قائم کرنا اور مذہبی دفتر کو اصولی حیثیت سے منضبط ومرتب کرنا تھا، خلیفہ اول نے اس سلسلہ میں جو کچھ کیا وہ آج بھی شریعت عزاء کا سنگ اساس ہے؛ چنانچہ نصوص شرعیہ کی درجہ بدرجہ ترتیب اور اجماع کا طریقہ اسی ذات گرامی سے ظہور میں آیا، مسند دارمی میں ہے:

كَانَ أَبُو بَكْرٍ إِذَا وَرَدَ عَلَيْهِ الْخَصْمُ نَظَرَ فِي كِتَابِ اللَّهِ، فَإِنْ وَجَدَ فِيهِ مَا يَقْضِي بَيْنَهُمْ قَضَى بِهِ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِي الْكِتَابِ وَعَلِمَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم - فِي ذَلِكَ الأَمْرِ سُنَّةً قَضَى بِهِ ، فَإِنْ أَعْيَاهُ خَرَجَ فَسَأَلَ الْمُسْلِمِينَ۔

حضرت ابوبکرؓ کی عدالت میں جب کوئی مقدمہ پیش ہوتا تھا تو پہلے قرآن کی طرف رجوع کرتے اگر امر متنازعہ فیہ کے متعلق اس میں کوئی حکم ہوتا تو اس کے مطابق فیصلہ کرتے ورنہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرتے اور جب اس سے بھی مطلب برآری نہ ہوتی تو مسلمانوں سے سوال کرتے۔ [۱]

قیاسی مسائل سے خوف

قیاسی مسائل یا نصوص قرآنی میں اپنی رائے کو دخل دینے سے محترز رہتے اور فرماتے کہ میں اگر

ا۔(مسند دارمی باب الفتیا وما فیہ من الشدۃ)

کتاب اللہ یا نامعلوم مسائل میں خواہ مخواہ رائے زنی کروں تو کون سی زمین میرا بار اٹھائے گی اور کون سا آسمان مجھے سایہ دے گا۔ [ا]

حضرت ابن سیرین فرماتے ہیں کہ نامعلوم مسائل میں ابوبکر سے زیادہ کوئی خائف نہ تھا، تاہم ضرورت کے وقت قیاس سے کام لینے پر مجبور تھے۔

ایک دفعہ ایک ایسا مقدمہ پیش ہوا جس کے متعلق نہ قرآن میں کوئی تصریح تھی نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز عمل سے مدد ملتی تھی، مجبوراً قیاس سے کام لینا پڑا؛ لیکن اس کے ساتھ ہی فرمایا "یہ میری رائے اگر صحیح ہے تو منجانب اللہ ہے اور اگر غلط ہے تو میری طرف سے ہے، میں خدا سے طالب مغفرت ہوں۔"

ایک قیاسی مسئلہ

حضرت ابوبکر صدیق کے قیاسی مسائل میں سب سے زیادہ مشہور دادا کی وراثت کا مسئلہ ہے، ہم اس کو بالتفصیل درج کرتے ہیں، اس سے ان کی اجتہادی قوت کا اندازہ ہوگا۔

اصل مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی میت ورثہ میں صرف دادا اور بہن بھائی چھوڑے یعنی اصول میں باپ اور فروع میں کوئی نسبی اولاد نہ ہو تو مستحق وارث کون ہوگا؟ دادا یا بھائی بہن؟ حضرت ابوبکر صدیق اور ان کے ساتھ تقریباً چودہ صحابہ کرام جن میں حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت ابوموسی اشعری وغیرہ شامل ہیں، دادا کو باپ کے مرتبہ میں قرار دے کر بھائی بہن کو مجوب الارث سمجھتے تھے؛ لیکن صحابہ کرام کی ایک بڑی جماعت اس سے اختلاف رکھتی ہے اور بھائی بہن کو اصل وارث قرار دیتی ہے، یہ اختلاف درحقیقت لفظ کلالہ کی تشریح پر مبنی ہے، کیونکہ قرآن شریف میں آیا ہے:

يَسْتَفْتُونَكَ ٥ قُلِ اللهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ ٥ اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَّلَهٗ

ا۔ (طبقات ابن سعد ج ۳ قسم ۱: ۲۶)

أُخۡتٌ فَلَهَا نِصۡفُ مَا تَرَكَ٥ وَهُوَ يَرِثُهَاۤ اِنۡ لَّمۡ يَكُنۡ لَّهَا وَلَدٌ(4-النساء:176)
لوگ تم سے فتوی طلب کرتے ہیں تو کہہ دو کہ اللہ کلالہ کے بارے میں تم کو حکم دیتا ہے کہ اگر کوئی ایسا مرد مرجائے جس کی اولاد نہ ہو اور اس کی بہن ہو تو اس کو ترکہ سے آدھا ملے گا اور بہن مرجائے اور اس کی اولاد نہ ہو تو وہ اس کا وارث ہوگا۔"

اس آیت میں گو باپ کی کوئی تصریح نہیں ہے، تاہم اس حد تک سب کو اتفاق ہے کہ کلالہ کی صورت میں باپ کا نہ ہونا ضروری ہے؛لیکن حضرت ابوبکر صدیقؓ دادا کا نہ ہونا بھی ضروری قرار دیتے ہیں اور اس آیت سے استدلال لاتے ہیں:

وَاِنۡ كَانَ رَجُلٌ يُّوۡرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امۡرَاَةٌ وَّلَهٗۤ اَخٌ اَوۡ اُخۡتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنۡهُمَا السُّدُسُ(۴-النساء:۱۲)
اگر کسی ایسے مرد یا عورت کی میراث ہو جس کے اصول فروع میں کوئی نہ ہو اور (دوسری ماں سے) بھائی یا بہن ہو تو ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا۔"

اس آیت میں علاتی بھائی بہنوں کی وراثت کا تذکرہ ہے اور یہاں بالاتفاق کلالہ کے یہ معنی ہیں کہ میت کے اصول وفروع میں کوئی نہ ہو،یعنی اگر میت کا دادا موجود ہوگا تو وہ کلالہ نہ ہوگا اور علاتی بھائی محجوب الارث ہوں گے،اس بنا پر کوئی وجہ نہیں ہے کہ کلالہ کی یہی تشریح زیر بحث مسئلہ میں قائم رہے اور بلاوجہ اس کے معنی میں تفریق کی جائے۔ [۱]

اخلاق وعادات وتقویٰ

حضرت ابوبکر صدیقؓ فطرۃ اخلاق حمیدہ سے متصف تھے،ایام جاہلیت میں عفت پارسائی،رحمدلی،راست بازی اور دیانت داری ان کے مخصوص اوصاف تھے یہی وجہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں دیت کی تمام رقم ان ہی کے پاس جمع ہوتی تھی،شراب نوشی،فسق وفجور گو اس زمانہ میں

۱۔(بخاری کتاب الفرائض باب میراث الجد مع الاب والاخوۃ میں اس کی تفصیل ہے)

عالمگیر تھا تاہم اس کا دامن عفاف کبھی ان دھبوں سے داغدار نہیں ہوا، فیاضی، مفلس و بے نوا کی دستگیری، قرابت داروں کا خیال، مہمان نوازی، مصیبت زدوں کی اعانت، غرض اس قسم کے تمام محاسن ومحامدان میں پہلے سے موجود تھے، شرف ایمان نصیب ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نے ان اوصاف کو اور بھی چمکا دیا۔

ورع وتقویٰ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے معدن اخلاق کا سب سے درخشاں گوہر ہے، ایک دفعہ زمانہ جاہلیت میں ایک شخص کسی نا معلوم راستہ سے لے چلا اور بولا اس راہ میں ایسے آوارہ منش وبدمعاش رہتے ہیں کہ اس طرف سے گزرنے بھی حیادامن گیر ہوتی ہے۔'' یہ سننا تھا کہ زمین نے پاؤں پکڑ لئے اور یہ کہہ کر لوٹ آئے میں ایسے شرمناک راستہ سے نہیں جاسکتا۔ [۱]

ایک دفعہ آپ کے ایک غلام نے کھانے کی کوئی چیز لاکر پیش کی جب تناول فرما چکے تو انہوں نے کہا" آپ جانتے ہیں کہ یہ کس طرح حاصل ہوا؟ فرمایا بیان کرو، بولے میں نے جاہلیت میں ایک شخص کی فال کھولی تھی، فال کھولنا تو جانتا نہ تھا صرف اس کو دھوکہ دیا تھا؛ لیکن آج اس سے ملاقات ہوئی تو اس نے اس کے صلہ میں یہ کھانا دیا، یہ سرگزشت سنی تو منہ میں انگلی ڈال کر جو کچھ کھایا تھا قئے کردیا۔ [۲]

فرمایا کرتے تھے کہ جو جسم اکل حرام سے پرورش پاتا ہے جہنم اس کا بہترین مسکن ہے۔"

حضرت عائشہؓ کے گھر میں عید کے روز انصار کی دولڑکیاں جنگ بعاث کے تاریخی اشعار گارہی تھیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منہ پھیر کر فرش پر استراحت فرما تھے، اسی حالت میں ابوبکر صدیق تشریف لائے، ان کے کمال اتقاء نے اسے بھی پسند نہ کیا حضرت عائشہؓ کو ڈانٹ کر بولے" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ مزمار شیطان؟ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

۱۔(کنز العمال ج۶:۱۳۲)

۲۔(بخاری باب بنیان الکعبہ ج۱:۵۴۲)

فرمایا"ابوبکر انہیں گانے دو، ہر قوم کے لئے عید ہے اور یہ ہماری عید ہے۔ [۱]

انسان کا کمال اتقاء یہ ہے کہ جس طرح اس کے اعضاء جوارح اعمال شنیعہ وافعال ناپسندیدہ سے مجتنب رہتے ہیں اور اس کا دل تخیلات باطلہ سے محترز رہتا ہے، اسی طرح اس کی زبان بھی کبھی کلمات ناملائم سے آلودہ نہ ہونے پائے، حضرت ابوبکر صدیق ؓ کا ورع وتقویٰ اسی منتہائے کمال پر تھا کہ درشت وناملائم الفاظ سے ہمیشہ پرہیز فرماتے تھے، اگر اتفاقاً غیظ وغضب کی حالت میں کوئی سخت کلمہ زبان سے نکل جاتا تو نہایت ندامت وپشیمانی ہوتی اور جب تک اس کی تلافی نہ ہوجاتی چین نہ آتا۔

ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق ؓ سے کوئی نزاع درپیش تھی، اثنائے گفتگو میں کوئی سخت جملہ نکل گیا؛ لیکن خود ہی ندامت دامن گیر ہوئی اور نہایت اصرار کے ساتھ عفوخواہ ہوئے، حضرت عمر ؓ نے انکار کیا تو ان کی پریشانی کی کوئی انتہا نہ تھی اسی وقت دامن اٹھائے آستانہ نبوت پر حاضر ہوئے اور وجہ پریشانی بیان کی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تین مرتبہ اس بشارت سے طمانیت دی، ابوبکر ؓ خدا تمہیں بخش دے گا، ابوبکر ؓ خدا تمہیں بخش دے گا، ابوبکر ؓ خدا تمہیں بخش دے گا، اسی اثنا میں حضرت عمر ؓ کو بھی اپنے انکار سے ندامت ہوئی اور حضرت ابوبکر ؓ کو ان کے مکان پر تلاش کرتے ہوئے دربار نبوت میں حاضر ہوئے ان کو دیکھ کر حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ متغیر ہونے لگا، حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے یہ تیور دیکھے تو دوزانو بیٹھ کر التجا کی" یارسول اللہ! خدا کی قسم! میں ہی ظالم تھا، میری ہی زیادتی تھی، اس طریقہ سے گو غیظ وغضب کی طغیانی فرو ہوگئی تاہم ارشاد ہوا میں معبوث ہوا تو تم سب نے مجھے جھٹلایا؛ لیکن ابوبکر ؓ نے تصدیق کرکے جان ومال سے میری غمخواری کی کیا تم مجھ سے میرے ساتھی کو چھڑادو گے؟۔ [۲]

۱۔ بخاری کتاب العیدین باب سنۃ العیدین لاہل الاسلام: ۱۳۰)

۲۔ (بخاری کتاب المناقب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لوکنت متخذ اخلیلا ج۱: ۵۱۶)

حضرت ربیعہ بن جعفر اور حضرت ابوبکر صدیق ؓ میں ایک درخت کے لئے باہم اختلاف ہوا، حضرت ابوبکرؓ نے اثنائے بحث میں کوئی جملہ ایسا کہہ دیا کہ جوان کی ناگواری کا باعث ہوا؛ لیکن جیسے ہی غصہ فرو ہوا کہنے لگے" ربیعہ! تم بھی مجھے کوئی ایسی ہی سخت بات کہہ دو، انہوں نے انکار کیا تو دربار نبوت میں حاضر ہوئے، حضرت ربیعہ ؓ بھی ساتھ تھے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مفصل روئداد سن کر فرمایا" ربیعہ! تم کوئی سخت جواب نہ دو؛ لیکن یہ کہہ دو، وغفراللہ لک یا ابا بکر، یعنی ابوبکر خدا تمہیں معاف کردے، حضرت ابوبکرؓ پر اس واقعہ کا اس قدر اثر تھا کہ زار وقطار رورہے تھے اور آنکھوں سے سیل اشک رواں تھا۔ [۱]

زہد

امارت، دنیا طلبی وجاہ پسندی سے قطعی نفرت تھی، خلافت کا بارِگراں بھی محض امت مرحومہ کو تفریق واختلاف سے محفوظ رکھنے کے لئے اٹھالیا تھا ورنہ دل سے اس ذمہ داری کے متمنی نہ تھے، انہوں نے بارہا اپنے خطبوں میں اس حقیقت کی تصریح فرمادی تھی اور اعلان کردیا تھا کہ اگر کوئی اس بار کو اٹھانے کے لئے تیار ہوجائے تو وہ نہایت خوشی کے ساتھ سبکدوش ہوجائیں گے۔ [۲]

حضرت رافع طائیؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے کہا کہ آپ سن رسیدہ بزرگ ہیں، مجھے کچھ وصیت فرمائیں، بولے" خدا تم پر رحمت وبرکت نازل فرمائے، نمازیں پڑھو، روزے رکھو، زکوٰۃ دو، حج کرو، اورسب سے بڑی نصیحت یہ ہے کہ کبھی امارت وسیادت نہ قبول کرو، دنیا میں امیر کی ذمہ داری بڑھ جاتی ہے، نیز قیامت کے روز اس کا محاسبہ نہایت سخت ہوگا اور فرد عمل زیادہ طویل ہوگی۔"

ایک مرتبہ انہوں نے پینے کے لئے پانی مانگا، لوگوں نے پانی اور شہد لا کر پیش کیا؛ لیکن جیسے ہی منہ

۱۔ (فتح الباری ج ۷: ۱۸ حافظ ابن حجر)

۲۔ (طبقات ابن سعد قسم اول جزو ثالث، ۱۵۰)

کے قریب لے گئے، بے اختیار آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور اس قدر روئے کہ تمام حاضرین پر رقت طاری ہوگئی، جب کسی قدر سکون ہوا تو لوگوں نے گریہ وزاری کی وجہ پوچھی، بولے ایک روز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی چیز کو دور دور کہہ رہے تھے ،میں عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا چیز ہے جس کو دور فرما رہے ہیں میں تو کچھ نہیں دیکھتا، ارشاد ہوا کہ ”ظاہر فریب دنیا مجسم ہوکر میرے سامنے آئی تھی میں نے اس کو دور کر دیا“، اس وقت یکا یک یہ واقعہ مجھے یاد آ گیا اور ڈرا کہ شاید اس کے دام تزویر میں پھنس جاؤں۔ [۱]

حضرت ابوبکرؓ نے اپنی تمام دولت راہ خدا میں لٹادی، یہاں تک کہ زمانہ خلافت میں ان پر بیت المال کا چھ ہزار روپیہ قرض چڑھ گیا؛ لیکن بے نیازی دیکھو کہ مسلمانوں کا ایک حبہ بھی اپنی ذات پر صرف کرنا یا اولاد کے لئے چھوڑ جانا گوارہ نہ ہوا، وفات کے وقت وصیت فرمائی تو سب سے پہلے یہ فرمایا کہ میرا فلاں باغ بیچ کر بیت المال کا قرض ادا کر دیا جائے اور میرے مال میں جو چیز فاضل نظر آئے وہ عمر بن خطابؓ کے پاس بھیج دی جائے، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ وفات کے بعد جائزہ لیا گیا تو صرف یہ چیزیں زیادہ نکلیں، ایک غلام، ایک لونڈی اور دو اونٹنیاں؛ چنانچہ یہ تمام چیزیں اسی وقت حضرت عمرؓ کے پاس بھیج دی گئیں، خلیفہ دوم کی آنکھوں سے عبرت کے آنسو نکل آئے، رو کر بولے ابوبکرؓ! خدا تم پر رحم کرے، تم نے پاس از مرگ بھی زہد کا دامن نہ چھوڑا اور کسی کو نکتہ چینی کا موقع نہ دیا۔ [۲]

تواضع

نہایت متواضع اور خاکسار تھے اور کسی کام سے ان کو عار نہ تھا، اکثر بھیڑ بکریاں تک خود ہی چرا لیتے اور محلہ والوں کی بکریاں دوہ دیتے تھے، چنانچہ منصب خلافت کے لئے جب ان کا

۱۔(اسد الغابہ ج ۳: ۲۱۷)

۲۔(طبقات ابن سعد قسم اول جزو ثالث)

انتخاب ہوا تو سب سے زیادہ محلہ کی ایک لڑکی کو فکر لاحق ہوئی اور اس نے تاسف آمیز لہجے میں کہا" اب ہماری بکریاں کون دوہے گا؟ حضرت ابوبکرؓ نے سنا تو فرمایا خدا کی قسم! میں بکریاں دوہوں گا، امید ہے کہ خلافت مجھے مخلوق کی خدمت گزاری سے باز نہ رکھے گی۔ [۱]

حضرت ابوبکرؓ کپڑے کی تجارت کرتے تھے، خلیفہ ہونے کے بعد بھی حسب معمول کندھے پر کپڑوں کے تھان رکھ کر بازار کی طرف روانہ ہوئے، راہ میں حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت ابوعبیدہؓ سے ملاقات ہوئی، انہوں نے کہا یا خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں؟ بولے بازار! انہوں نے کہا اب آپ مسلمانوں کے حاکم ہیں، چلیئے ہم آپ کے لئے کچھ وظیفہ مقرر کر دیں گے۔" [۲]

لیکن بخاری کی روایت ہے کہ جب خلافت کی ذمہ داریوں کی وجہ سے آپ اپنا ذاتی کام نہ کر سکے تو صحابہؓ سے فرمایا کہ میری قوم جانتی ہے کہ میرا پیشہ میرے اہل وعیال کا بار اٹھانے سے قاصر نہ تھا اور اب میں مسلمانوں کے کام میں مصروف ہو گیا ہوں اس بنا پر آل ابوبکر اس مال میں سے کھائیں گے اور مسلمانوں کے لئے تجارت کریں گے، صحابہؓ نے اسے منظور کر لیا۔ [۳]

دار الخلافہ سے کوئی فوجی مہم روانہ ہوتی تو حضرت ابوبکرؓ ضعیف و کبرسنی کے باوجود دور تک پا پیادہ ساتھ جاتے، اگر کوئی افسر تعظیما گھوڑے سے اترنا چاہتا تو روک کر فرماتے" اس میں کیا مضائقہ ہے، اگر میں تھوڑی دور تک راہ خدا میں اپنا پاؤں غبار آلود کروں"، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو پاؤں غبار آلود ہوتے ہیں، خدا ان پر جہنم کی آگ حرام کر دیتا ہے۔ [۴]

عجز و تواضع کی انتہا یہ تھی کہ لوگ جانشین رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت سے تعظیم و توقیر کرتے تو

۱۔ (طبقات ابن سعد قسم اول جزو ثالث: ۱۳۷)

۲۔ (طبقات ابن سعد قسم اول جزو ثالث: ۱۳۷)

۳۔ (بخاری کتاب الاحکام باب رزق الحاکم والعالمین علیہا)

۴۔ (طبری: ۱۸۵۰، و مسند دارمی باب فضل الغبار فی سبیل اللہ)

آپ کو تکلیف ہوتی اور فرماتے مجھے لوگوں نے بہت بڑھا دیا ہے، کوئی مدح وستائش کرتا تو فرماتے اے خدا! تو میرا حال مجھ سے زیادہ جانتا ہے اور میں اپنی کیفیت ان لوگوں سے زیادہ جانتا ہوں، خدایا تو ان کے حسن ظن سے مجھے بہتر ثابت کر، میرے گناہوں کو بخش دے اور لوگوں کی بے جا تعریف کا مجھ سے مواخذہ نہ کر۔ [۱]

غایت تواضع سے تکبر وغرور کی علامت سے بھی خوف زدہ ہو جاتے، ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" جو تکبر سے اپنا کپڑا کھینچتے ہوئے چلتا ہے، قیامت کے روز خدا اس کی طرف نگاہ نہ کرے گا، حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عرض کیا" میرا دامن بھی کبھی کبھی لٹک جاتا ہے، ارشاد ہوا تم تکبر سے ایسا نہیں کرتے"۔ [۲]

انفاق فی سبیل اللہ

مال ودولت اگر صحیح مصرف اور مناسب موقع پر صرف ہو تو اس کی قدر و قیمت غیر متناہی ہو جاتی ہے، روٹی کا ایک خشک ٹکڑا شدت بھوک میں خوان نعمت ہے؛ لیکن آسودگی میں الوان نعمت بھی بے حقیقت شئے ہے، یہی وجہ ہے کہ فتح مکہ سے پہلے جن لوگوں نے اپنی جان ومال سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اعانت کی ہے ان کو قرآن کریم نے مخصوص عظمت وفضیلت کا مستحق قرار دیا ہے:

لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ o اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ﴿سورۃ الحدید 10﴾

تم میں وہ لوگ جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے خدا کی راہ میں خرچ کیا اور وہ دوسرے مسلمانوں کے برابر نہیں ہو سکتے؛ بلکہ یہ ان لوگوں سے درجہ میں بڑے ہیں جنہوں نے فتح مکہ میں خرچ کیا

۱۔"(اسد الغابہ ج ۳: ۲۱۷)

۲۔(بخاری کتاب المناقب ابی بکرؓ)

اور لڑے۔"

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس قبول اسلام کے وقت چالیس ہزار درہم نقد موجود تھے، انہوں نے یہ تمام دولت راہ خدا میں صرف کردی۔ [۱]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہا اس فیاضی کے برمحل ہونے کا اعتراف فرمایا:

ما نفعنی مال احد قط ما نفعنی مال ابی بکر

ابوبکر کے مال سے زیادہ کوئی مال میرے لئے مفید نہ ہوا"۔ [۲]

اس فیاضی کے ساتھ اخلاص کا یہ عالم تھا کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم جب بطور تشکر و امتنان فرماتے:

انہ لیس من الناس احد امن علی فی نفسہ ومالہ من ابی بکر

یعنی جان و مال کے لحاظ سے مجھ پر ابوبکرؓ سے زیادہ کسی کا احسان نہیں" [۳]

تو آبدیدہ ہو کر عرض کرتے" یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جان و مال سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے لئے ہے۔"

آغاز اسلام میں جن لوگوں نے داعی توحید صلی اللہ علیہ وسلم کو لبیک کہا تھا، ان میں ایک بڑی تعداد غلاموں اور لونڈیوں کی تھی جو اپنے مشرک آقاؤں کے پنجۂ ستم میں گرفتار تھی، حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اکثروں کو آزاد کرایا جن میں بعض کے نام یہ ہے: بلالؓ، عامر بن فہیرہ نذیرہؓ، جاریہ بنی موملؓ، نہدیہؓ، بنت نہدیہؓ وغیرہیں۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ صدقات وخیرات میں ہمیشہ پیش پیش رہتے تھے، حضرت عمرؓ بارہا مسابقت کی کوشش کی؛ لیکن وہ کبھی بھی ان کے مقابلہ میں کامیاب نہ ہوئے، ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ

۱۔(ابن سعد جزو ۳ قسم اول:۱۲۳)

۲۔(کنزالعمال:۳۱۶ج۶)

۳۔(کنزالعمال ج۶:۳۱۶)

علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو صدقہ نکالنے کا حکم دیا، حضرت عمرؓ کے پاس معمول سے زیادہ سرمایہ موجود تھا، انہوں نے خیال کیا کہ آج ابوبکرؓ سے سبقت لے جانے کا موقع ہے؛ چنانچہ وہ اپنا نصف مال لے کر آستانہ نبوت پر حاضر ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ تم نے اہل وعیال کے لئے کس قدر رہنے دیا ہے؟ بولے" اسی قدر" لیکن حضرت ابوبکرؓ اپنا کل سرمایہ لائے تھے، ان سے جب سوال کیا تو انہوں نے عرض کیا، ان کے لئے خدا اور اس کا رسول ہے، اس ایثار وقربانی پر حضرت عمرؓ کی آنکھیں کھل گئیں، بولے اب میں کبھی ان سے سبقت نہیں لے جاسکتا۔ [۱]

صدقات میں اخفا واظہار دونوں جائز ہیں

إِن تُبْدُوا الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّا هِيَ ۝ وَإِن تُخْفُوهَا وَتُؤْتُوهَا الْفُقَرَاءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ۔"

لیکن اظہار میں ریاء وتفاخر کا امکان ہے، اس لئے حضرت ابوبکرؓ صدقات میں اخفاء کا لحاظ رکھتے تھے اور ہمیشہ اس کا خیال رہتا تھا کہ ان کی تمام کائنات خدا کی امانت وودیعت ہے؛ چنانچہ ایک دفعہ نہایت مخفی طور پر صدقہ لے کر بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے علاوہ خدا تعالی کی اور امانت بھی میرے پاس ہے۔ [۲]

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی فیاضی کا سلسلہ آخری لمحہ حیات تک جاری رہا یہاں تک کہ وفات کے وقت بھی آپ نے فقراء ومساکین کو فراموش نہ کیا اور اپنے مال میں ان کے لئے ایک خمس کی وصیت فرمادی۔ [۳]

۱۔(سنن ترمذی مناقب ابی بکرؓ)

۲۔(کنز العمال جلد ۶:۳۱۷)

۳۔(کنز العمال جلد ۶:۳۱۷)

خدمت گزاری خلق

خلق اللہ کی نفع رسانی اور خدمت گزاری میں ان کو خاص لطف حاصل ہوتا تھا، اکثر محلہ والوں کا کام کر دیتے تھے، بیماروں کی تیمارداری فرماتے اور اپنے ہاتھ سے ضعیف و ناتوان اشخاص کی خدمت انجام دینے میں ہمیشہ پیش پیش رہتے تھے، اطراف مدینہ میں ایک ضعیف نابینا عورت تھی، حضرت عمر فاروقؓ روز علی الصبح اس کے جھونپڑے میں جا کر ضروری خدمات انجام دیتے تھے، کچھ دنوں بعد انہوں نے محسوس کیا کہ کوئی شخص ان سے بھی پہلے اس کار ثواب سے بہرہ یاب ہو جاتا ہے، ایک روز بہ نظر تفتیش کچھ رات رہتے ہوئے آئے تو دیکھا خلیفہ اول یعنی حضرت ابوبکر صدیقؓ اس ضعیفہ کی خدمت گذاری سے فارغ ہو کر جھونپڑے سے باہر نکل رہے ہیں، بولے: انت العمری یا خلیفۃ رسول اللہ! قسم ہے کیا روز آپ ہی سبقت کر جاتے ہیں؟[۱]

مذہبی زندگی

حضرت ابوبکرؓ رات رات بھر نمازیں پڑھتے تھے، دن کو اکثر روزے رکھتے، خصوصاً موسم گرما روزوں ہی میں بسر ہوتا، خضوع وخشوع کا یہ عالم تھا کہ نماز میں لکڑی کی طرح بے حس و حرکت نظر آتے، رقت اس قدر طاری ہوتی کہ روتے روتے ہچکی بندھ جاتی تھی، خوف محشر اور عبرت پذیری سے دنیا کا ذرہ ذرہ ان کے لئے سرمایۂ عبرت تھا، کوئی سرسبز درخت دیکھتے تو کہتے کاش! میں درخت ہی ہوتا کہ عاقبت کے جھگڑوں سے چھوٹ جاتا، کسی باغ کی طرف گزرتے اور چڑیوں کو چہچہاتے دیکھتے تو آہِ سرد کھینچ کر فرماتے پرندو! تمہیں مبارک ہو کہ دنیا میں چرتے چگتے ہو درخت کے سایہ میں بیٹھتے ہو اور قیامت کے روز تمہارا کوئی حساب کتاب نہیں، کاش ابوبکر بھی تمہاری

۱۔ (کنز العمال ج ۶: ۳۱۲)

طرح ہوتا۔ [۱]

قرآن شریف کی تلاوت فرماتے تو بے اختیار آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے اور اس قدر پھوٹ پھوٹ کر روتے کہ آس پاس کے تمام لوگ جمع ہو جاتے نرم دلی اور رقت قلب کے باعث بات بات پر آہ سرد کھینچتے تھے، یہاں تک کہ "اواہ منیب" ان کا نام ہو گیا تھا۔

نیکوکاری وحصول ثواب کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے، ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے پوچھا، آج تم میں سے روزہ سے کون ہے؟ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا میں ہوں، پھر فرمایا "آج کسی نے جنازہ کی مشایعت کی ہے؟" "کسی نے مسکین کو کھانا دیا ہے؟ اور کسی نے مریض کی عیادت کی ہے؟ ان سوالوں کے جواب میں جو زبان گویا ہوئی وہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جس نے ایک دن میں اس قدر نیکیاں جمع کی ہوں وہ یقیناً جنت میں جائے گا۔ [۲]

خانگی زندگی

حضرت ابوبکرؓ بیوی بچوں سے محبت رکھتے تھے، خصوصاً ام المومنین حضرت عائشہؓ کو سب سے زیادہ عزیز رکھتے تھے، نواح مدینہ میں اپنی ایک جاگیر ان کو سپرد کر دی تھی؛ لیکن وفات کے وقت خیال آیا کہ اس سے دوسرے وارثوں کی حق تلفی ہوگی، اس لئے ان کو بلا کر فرمایا "جان پدر افلاس وامارت دونوں حالتوں میں تم مجھے سب سے محبوب رہی ہو؛ لیکن جو جاگیر میں نے تمہیں دی ہے، اس میں تم اپنے دوسرے بہن بھائیوں کو شریک کر لو۔ [۳]

انہوں نے وفات کے بعد حسب وصیت جاگیر تقسیم کر دی۔

۱۔ (کنز العمال، ج ۶: ۳۱۲)
۲۔ (صحیح مسلم فضائل ابی بکرؓ)
۳۔ (ابن سعد جزو ۳ قسم اول: ۱۳۸)

مہمان نوازی

نہایت مہمان نواز تھے؛ چنانچہ ایک مرتبہ شب کے وقت چند اصحاب صفہ ان کے مہمان تھے، انہوں نے اپنے صاحبزادے عبدالرحمن کو ہدایت فرمائی کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاتا ہوں تم میرے واپس آنے سے پہلے ان کی مہمان نوازی سے فارغ ہوجانا، حضرت عبدالرحمن نے حسب ہدایت ان کے سامنے ماحضر پیش کیا؛ لیکن انہوں نے صاحب خانہ کی غیر موجودگی میں کھانے سے انکار کردیا، اتفاق سے حضرت ابوبکر صدیقؓ بہت دیر کے بعد تشریف لائے اور یہ معلوم کرکے کہ مہمان اب تک بھوکے بیٹھے ہیں، اپنے صاحبزادہ پر نہایت برہم ہوئے اور برا بھلا کہا اور فرمایا واللہ میں آج اس کو کھانے میں شریک نہیں کروں گا'' حضرت عبدالرحمنؓ ڈر سے مکان کے ایک گوشہ میں چھپ رہے تھے، وہ کسی قدر جرأت کرکے سامنے آئے اور بولے، آپ مہمانوں سے پوچھ لیجئے کہ میں نے کھانے کے لئے اصرار کیا تھا، مہمانوں نے اس کی تصدیق کی اور کہا'' خدا کی قسم! جب تک آپ عبدالرحمن کو نہ کھلائیں گے، ہم لوگ بھی نہ کھائیں گے''۔

غرض اس طرح غصہ فرو ہوگیا اور دسترخوان بچھایا گیا، حضرت عبدالرحمن فرماتے ہیں کہ اس روز کھانے میں اس قدر برکت ہوئی کہ ہم لوگ کھاتے جاتے تھے؛ لیکن وہ کسی طرح ختم نہیں ہوتا تھا، یہاں تک کہ اس میں سے کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیج دیا گیا۔ [۱]

لباس وغذا

زندگی نہایت سادہ تھی، سادھے سیدھے کپڑے استعمال فرماتے تھے، دسترخوان بھی پر تکلف نہ تھا، خلافت کے بعد یہ سادگی اور ترقی کر گئی تھی؛ چنانچہ وفات کے وقت انہوں نے حضرت عائشہؓ

۱۔(بخاری ج اول کتاب الادب باب مایکرہ من الغضب واجزاع عند الضیف وباب قول الضیف بصاحب الاآکل حتیٰ)

سے فرمایا جب سے خلافت کا بار میرے سر پر آیا ہے میں نے معمولی سے معمولی غذا اور چھوٹے موٹے پر قناعت کی ہے، مسلمانوں کے مال میں سے میرے پاس ایک حبشی غلام، ایک اونٹ اور اس پرانی چادر کے سوا اور کچھ نہیں ہے، میرے بعد یہ تمام چیزیں عمر بن خطابؓ کو واپس دے کر ان سے بری ہو جانا"۔ [۱]

حضرت ابوبکرؓ نے چونکہ اپنی تمام دولت اسلام پر نثار کر دی تھی اس لئے عسرت و ناداری کے باعث بارہا دو، دو، تین، تین وقت فاقے سے گزر جاتے تھے، ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اور حضرت عمرؓ کو مسجد میں بھوک سے بے قرار دیکھا، فرمایا میں بھی تمہاری طرح سخت بھوکا ہوں" حضرت ابوالہیثم انصاریؓ کو معلوم ہوا تو انہوں نے اپنے گھر پر کھانے کی دعوت دی۔ [۲]

ذریعہ معاش

تجارت اصلی ذریعہ معاش تھی، فرماتے ہیں کہ "میں قریش میں سب سے بڑا اور متمول تاجر تھا" عہد اسلام میں بھی یہی مشغلہ جاری رہا اور مال تجارت لے کر دور دراز ممالک کا سفر اختیار فرمایا؛ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے ایک سال پہلے تجارت کے خیال سے بصریٰ تشریف لے گئے۔ [۳]

خلافت کا بار جب سر پر آیا تو قدرۃ ان کا تمام وقت مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لئے وقف ہو گیا، اس بنا پر صحابہ کرامؓ نے مشورہ کر کے روزانہ آدھی بکری کا گوشت اور ان کے اہل وعیال

۱۔ (طبقات بن سعد ق ج ۳:۱۳۹)

۲۔ (موطا امام مالک: ۳۷۱)

۳۔ (سنن ابن ماجہ کتاب الادب باب المزاح)

کے کپڑے اور کھانا مقرر کر دیا۔ [۱]

حضرت ابوبکرؓ نے اس کو منظور کر کے فرمایا:

قوم جانتی ہے کہ میرا کاروبار میرے اہل وعیال کی حاجت روائی سے قاصر نہ تھا؛لیکن اب جبکہ مسلمانوں کے کام میں مشغول ہوں تو ابوبکرؓ کا خاندان حسب ضرورت ان کے مال سے کھائے گا اوران کا کام کرے گا۔ [۲]

ابن سعد نے وظیفہ کی تفصیل یہ بیان کی ہے کہ ان کو دو چادریں ملتی تھیں، جب وہ پرانی ہوجاتی تھیں تو انہیں واپس کر کے دوسری لیتے تھے،سفر کے موقع پر سواری اورخلافت سے پہلے جو خرچ تھا اسی کے موافق اپنے اوراپنے متعلقین کے لئے خرچ لیتے تھے۔ [۳]

جاگیر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خیبر میں ایک جاگیر مرحمت فرمائی تھی اس کے علاوہ انہوں نے اطراف مدینہ اور بحرین میں دوسری جاگیریں بھی حاصل کی تھیں۔

حلیہ

حضرت ابوبکرؓ گورے رنگ کے تھے،چہرہ کم گوشت اور رگیں نمایاں تھیں، پیشانی بلند وفراخ اورآنکھیں قدرے اندر دھنسی ہوئی تھیں ،ناک باریک اورخوبصورت خم والی تھی، بالوں میں مہندی کا خضاب کرتے تھے۔ [۴]

۱۔(طبقات ق ا ج ۳: ۱۳۰)

۲۔(بخاری کتاب البیوع کسب الرجل وعملہ بیدہ ج ۱: ۲۷۸)

۳۔(طبقات ابن سعد ج ۳ ق ۱، ۱: ۱۳۱)

۴۔(طبقات ابن سعد ج ۳ ق ۱: ۱۳۸)

ازواج واولاد

حضرت ابوبکرؓ نے مختلف اوقات میں متعدد شادیاں کیں، آپ کی چھ اولادیں تھیں جن بیویوں سے اولاد ہوئی ان کے نام یہ ہیں:

قتیلہ یا قتلہ: ان سے حضرت عبداللہ اور حضرت اسماء پیدا ہوئیں۔

ام رومان: یہ ام المومنین حضرت عائشہ اور حضرت عبدالرحمٰنؓ کی ماں تھیں۔

اسما بنت عمیس: آپ کا پہلا نکاح حضرت جعفر طیارؓ سے ہوا۔ جس سے تین بیٹے پیدا ہوئے۔ دوسرا نکاح حضرت ابوبکر صدیقؓ سے ہوا جس سے ایک بیٹا محمد بن ابی بکر صدیق پیدا ہوا

حبیبۃ بنت خارجہ: حضرت ابوبکرؓ کی سب سے چھوٹی صاحبزادی ام کلثوم ان ہی کے بطن سے تھیں۔ [۱]

۱۔ طبقات ابن سعد تذکرہ ابوبکر